رسائل
۳۹۶

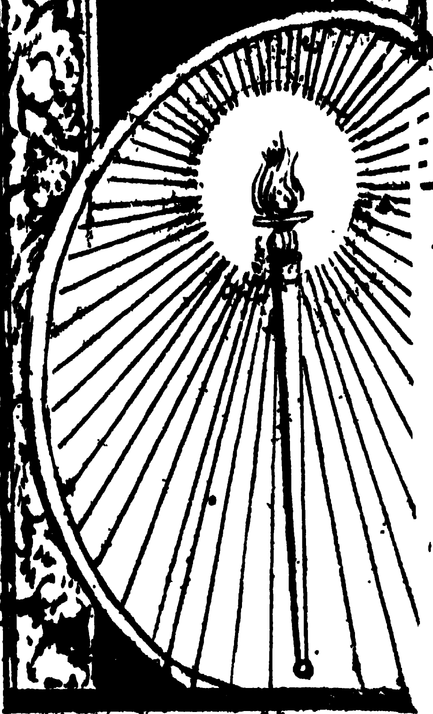
ماہنامہ عفیفۂ نسواں

کا

محرّم نمبر

ادارہ
صادقہ قریشی
محمودہ اختر
اختر قریشی

زرمعاوضہ
فی جلد ۶ر فی صدسہ
سالانہ

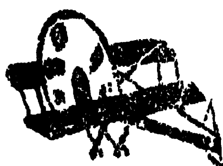


IMADAT.

بیس سالہ رجسٹرڈ شدہ پیٹنٹ دوا

رجسٹرڈ نمبر ۱۲۹

Jiven Dhara





جیون دھارا

ہر قسم کا بخار
ہیضہ، پیچش
زکام، نزلہ، کھانسی ہر قسم
درد سر کیلئے اکسیر ہے

تجربہ بہت بڑی چیز ہے۔ صدہا امراض کی مجرب دوا ہے

ریل اور جہاز کے سفر میں ایک ڈاکٹر کا کام دیتی

دانتوں کیلئے منجن عثمانی

مفید ترین منجن ہے روزانہ دانت صاف کیجئے۔ دانتوں کے جملہ امراض کو دور کرکے دانتوں کو مضبوط بناتا ہے ہر دوکان پر ملتا ہے۔ قیمت فی پاکٹ ۲ آنہ

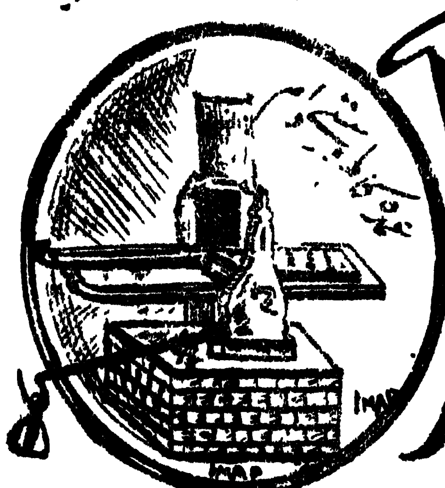
محمد شریف مالک و مہتمم کارخانہ جیون دھارا انفضل گنج



بخشۃ اور جاذب نظر سائن بورڈ
لیتھو ڈزائن۔ سینما سلائیڈ
آئیل و واٹر کلر پینٹنگ ارزاں
اور وعدہ پر کیجاتی ہے۔
صرف ایکمرتبہ کام لینے پر روشن ہوگا

Artist

ایس۔ ایم عماد
آرٹسٹ
کارخانہ زندہ طلسمات کاچیگوڑہ



Nizam Press

YOUSUF BAZAR HYD, DN

آپکو اگر کچھ چھپوانا ہو تو ایک مرتبہ **نظام پریس** یوسف بازار حیدرآباد دکن تشریف لائیے۔ انشاءاللہ بہت ہی ارزاں
اُجرت اور وعدہ پر کام کیا جائیگا۔ ایک مرتبہ کام لینے پر ہماری
نفیس۔ صافگی اور سچائی کا ثبوت ملجائیگا۔

منیجر



کلام فصاحت التیام اعلیحضرت ... خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

سلام بحضور امام ذوی الاحترام

(مطلع) شب ز تر دستی مژگان پر آبے کہ مپرس
از گلِ صبح شہیدیم گلابے کہ مپرس

می توان دید ز خونِ دلِ صد پارۂ ما
محشرِ قطرۂ سیلاب شتابے کہ مپرس

نغمۂ بلبلِ نالاں چہ مقابل باشد
در چمن آہِ جگر مست سحابے کہ مپرس

عرش گشتہ عالم بالا تہ و بالا گردد
زین سبب ماند بر آن چہرہ حجابے کہ مپرس

حبِ حسنین کہ عثمان بدلم جا کردہ
(مقطع) جوش می زند درآں جام شرابے کہ مپرس

(دوہرا)

سلام

از

نواب حشمت جاہ بہادر

السلام اے نیّرِ برجِ شرافت السلام ‖ السلام اے کوکبِ اوجِ کرامت السلام

السلام اے سرمۂ چشمِ رسالت السلام ‖ السلام اے تکیۂ پشتِ نبوت السلام

السلام اے رکنِ ایوانِ شریعت السلام ‖ السلام اے قوتِ بحرِ شہامت السلام

السلام اے جوہرِ تیغِ شجاعت السلام ‖ السلام اے قوتِ بازوئے ہمت السلام

بادب حشمت بگوید یا حسینؑ ابنِ علیؑ

السلام اے طرۂ تاجِ امامت السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفینۂ نسواں کا محرم نمبر

جنوبی ہندوستان کا واحد نسائی مجلۂ علمیہ ماہنامہ

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سلام - حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہٗ	۱۷	محرم اور اوسکا سبق - سید حیدر حسین صاحب	۴۶
سلام ؍؍ نواب حشمت جاہ بہادر	۱۸	معرکہ کربلا کا ہیرو اعجاز میرٹھی	۴۷
فہرست مضامین -	۱۹	روح اسلام -	۴۸
گزارش - اختر قریشی	۲۰	ایثار فاطمہ - محمودہ اختر صاحبہ	۵۳
سوز کائنات - ہز اکسلنسی سر مہاراجہ بہادر	۲۱	فلسفہ شہادت - ماہر صاحب قادری	۵۵
سلام - حضرت جلیل	۲۴	شہید اعظم مسز شاہ نواز	۵۸
حسین ابن علی - محترمہ اکبر النساء بیگم صاحبہ	۲۵	سلام سید علی منظور صاحب	۵۹
حمد - سید یاور علی صاحب اعظم	۲۷	سلام - ضیاء الدین صاحب عالی	۶۰
سلام - نواب صفدر حسین صاحب	؍؍	حسین منی و انا من الحسین - مرزا علی فیاض شیرازی	؍؍
سلام - میر عابد علی صاحب	۲۸	سلام جنابہ لیلیٰ بیگم صاحبہ لیلیٰ	۶۱
نذر عقیدت - شاہد صدیقی	۲۹	انبیاء کرام اور فلسفہ - مولانا عثمان فارقلیط	۶۲
سلام - عزیز احمد صاحب عزیز	؍؍	غیر مسلم حضرات کا نذرانہ عقیدت	۶۵
شہید کربلا - شاہ محمد جعفر صاحب	۳۰	سلام ..... میر لطف علی صاحب عارف	۷۲
سلسلہ مضمون فلسفہ اور انبیائے اکرام	۳۵	شہادت عظمیٰ عشرت رحمانی صاحب	۷۳
بنت زہرا کا سبق آموز ایثار - سبط حسن خوشتر	۳۹	سلام جنابہ (ن) بیگم صاحبہ نفیس	۷۸
شہیدان کا سردار - محمد نذیر صاحب نذیر	۴۱	شہید اکبر محمودہ اختر صاحبہ	؍؍
حسین کی شہادت - سید اختر علی صاحب	۴۲	سلام - نواب کاظم علی خان صاحب بہادر	۸۰
سلام - جنابہ فاطمہ صاحبہ تسنیم	۴۵	ایک تاریخی تحقیق آغا رفیق صاحب	۸۱
فلسفۂ غم - محترمہ و ج ؍؍ تقوی	۴۰	محترم ہمشیرہ ڈاکٹر سید الدین ...	۵۷

سلام - جنابہ محمودہ اختر (۸۹)

یا علی

گزارش

ناچیز ماہنامہ سفینۂ نسواں کا یہ خاص نمبر، محسن اسلام، مجاہد اعظم، امام عالی مقام، ذوی الاحترام علیہ السلام اور دیگر شہداء کی بارگاہ طاہر میں ایک حقیر ترین نذرانۂ عقیدت بہ ارادت ہے۔ دکن اور سارے ہندوستان میں کسی نسوانی رسالہ نے آجتک (اس خصوص میں) کوئی خاص نمبر نہیں نکالا۔ اس نمبر کی اشاعت سے ہمارا یہ منشا ہے کہ مسلمانوں میں یہ جذبۂ عمل پیدا ہو وہ اسوۂ حسینی پر کاربند ہو کر حق و صداقت کی راہ میں اپنی عزیز ترین چیزیں بلکہ زندگیاں تک قربان کرنے تیار رہیں خدا کرے پورا ہو۔

ہم امکانی کوشش کرتے ہیں کہ یہ کامیاب ہو۔ اگر بہ تقاضائے بشریت آپکو اسمیں کوئی فروگذاشت نظر آئے تو براہ کرم نظرانداز فرمائیے۔ اگر ملک ہماری حوصلہ افزائی کرے تو ہم ماہ صفر میں ایک اور خاص پرچہ یعنی اربعین نمبر پیش کرینگے۔ تنگیٔ وقت کا باعث سکا الاسن فوٹو کوئی تصویر ہم نہ پیش کرسکے آئندہ نمبر میں مشاہیر کی تصاویر پیش کرینگے جو خاص اہتمام سے تیار کرائی گئی ہیں۔

قریشی



مدظلہ العالی

ہز ایکسلنسی مہاراجہ راجایان سر کشن پرشاد مہاراجہ بہادر شاد یمین السلطنت و صدر اعظم باب حکومت

دیکھکر طبع کی درافشانی ‏— ابر نیساں بھی ہو گیا پانی
شعر گوئی سے گرچہ کام نہیں ‏— ہے نہ کچھ دعوائے سخندانی
شاعری کچھ نہیں مرا پیشہ ‏— نہ میں سعدی نہ میں ہوں خاقانی
مجھ کو دعویٰ نہیں کسی فن میں ‏— نہ کسی علم میں ہوں لاثانی
ہے دکن میرا مولد و مسکن ‏— کیا کروں دعویٰ زباندانی
ہاں مگر فضل حق ہے شامل حال ‏— کہ نہیں مجھ میں جہل و نادانی
ہے ہر اک علم و فن میں کچھ کچھ دخل ‏— حاسدوں کو ہے جس سے حیرانی
قوم کا میں سپاہی زادہ ہوں ‏— اپنے مذہب کا آپ ہوں بانی
میرا ایمان وحدت باری ‏— اس لئے دل ہے میرا نورانی
مجھ کو کہتے ہیں صوفی المذہب ‏— نہ یہودی نہ ہوں میں نصرانی
کفر کا فتویٰ ہی کو مبارک ہو ‏— شیخ کعبہ کو ہو مسلمانی
اور بتخانہ ہو برہمن کو ‏— مجھکو کافی ہے عشق یزدانی
مسلک صلح کل کا سالک ہوں ‏— یہ بھی ہے فضل خاص ربانی
میں ہوں آزاد و ہوں فقیر منش ‏— گرچہ حاصل ہے قرب سلطانی
کہتے ہیں مجھکو خادم آصف ‏— جس نے اک مور کو سلیمانی

جس کا دو سو برس سے ہے [illegible] | جس نے سکھلائی ہے سخندانی
لیکن اک دوست کی ہے فرمائش | کہ لکھو اک قصیدہ نورانی
جس میں نعت رسول پاک لکھوں | مختصر ہو نہ ہو وہ طولانی
گرچہ اس راہ میں پیادہ ہوں | [illegible] یہ انکار کی گرانجانی
پھر بھی [illegible] ہوا جو فضل خدا | ہو گئی [illegible] آسانی
نعت بھی نعت صاحب لولاک | نعت محبوب پاک یزدانی

اشرف الانبیا حبیب خدا | زینت مسند جہاں بانی
وہ ابو القاسم احمد مختار | جن کی ہے شان شان ربانی
عارف ذات واحد مطلق | کاشف راز قدس سبحانی
ان کا شہر مدینہ مسکن ہے | خلد کا ہے جو نقشۂ ثانی
فخر عالم میں اشرف عالم | ہیں یہ کشاف سر پنہانی
راز وحدت کے راز داں ہیں یہ | بزم کثرت میں ہیں لاثانی
ان سے توحید نے ترقی کی | اس تمدن کے ہیں یہی بانی
شاہ دنیا و دیں وزیر خدا | حشر کے دن ہے اُن کی دیوانی
ان کو اللہ سے ہے نسبت خاص | ان پہ مبذول لطف یزدانی
وجہ تخلیق عالم اسباب | آپ ہی کی ہے ذات نورانی
آپ خیر البشر ہیں کچھ نہیں شک | آپ کی ذات لطف سبحانی
برج خاکی کے مہر تاباں ہیں | اللہ اللہ بلند ایوانی
بتکدے میں ہے اور کعبہ میں | اسی خورشید کی درخشانی
کیا سراپا کا انکے وصف کروں | دونوں عالم میں انسے نورانی
تمکنت میں تھے کوہ تمکیں آپ | خلق و [illegible] جسم یزدانی
بذل و جود و عطا کا کیا کہنا | بحر رحمت کی [illegible] سانی
تھے مروت میں آپ اپنی نظیر | ہو گئی دشمن کو [illegible] فی

ڈھاک بیٹھی تھی دل پہ اعدا کے
تھے شجاعت میں ایسے لاثانی

گو کہ امّی جہاں میں تھے مشہور
تھا تکلّم کلام ربّانی

ابر نیسان رحمت حق تھے
بات ہی کیا تھی گوہر افشانی

ڈال کر دوش پر گلیم سیاہ
شب خدائی پہ کی حکمرانی

بات بات آپکی حکیمانہ
ہر نصیحت تھی وعظ عرفانی

سادگی آپ کی سبق آموز
مٹ گئی کافروں کی رہبانی

دخل ہی کیا وہاں تعصب کا
تھا فقط ایک جذب روحانی

ادب و خلق اور مروت سے
پھیلی آفاق میں مسلمانی

ایسے بے مثل بندہ پرور کی
ہو سکے کیا بھلا ثنا خوانی

دست بستہ یہ عرض کرتا ہوں
یا محمد حبیب سبحانی

تم ہو شاہ ممالک کوثر
دو مجھے بھی شراب عرفانی

کر دو سرشار بادۂ توحید
دو پیالے شراب ایقانی

دل کا آئینہ صاف ہو جائے
نور حق سے بنے یہ نورانی

مشکلیں میری ساری ہوں آساں
ایسا ہو جائے فضل یزدانی

پاؤں اپنی مراد منہ مانگی
مہر محبوب پاک سبحانی

فتح و نصرت دے ای مرے اللہ
دشمنوں پر ہو قہر یزدانی

آل و اولاد سے رہوں میں شاد
مجھ پہ ہر دم ہو فضل یزدانی

علی ۴

تعریف علی گفتگو میں نہیں
گنجینہ [illegible]

من خانت علی بو اجی نشا سم
[illegible]

سلام

استاذ السلطان نواب فصاحت جنگ بہادر جلیلؔ

مضطر ہے جانِ سبطِ پیمبر کس واسطے
مچھلی تڑپ رہی ہے سمندر کس واسطے

ساقی لگی ہے آگ فراقِ حسین میں
اک جام اِدھر بھی ساقیٔ کوثر کس واسطے

مژگانِ شہ کے عشق میں ہیں قدرِ جستجو
رگ رگ مری پھڑکتی ہے نشتر کس واسطے

مشتاق خود حسینؑ مرے اشکِ غم کے ہیں
دریا کو اضطراب ہے گوہر کس واسطے

رونے سے ہے غرض کہ ذرا لب [illegible]
دریا بہا رہی ہوں میں کوثر کس واسطے

اللہ رے رعبِ ہمتِ مردانہ حسینؑ
لاکھوں تھے ایک کس [illegible] کس واسطے

جل بھر کے قتل کر گئی سب کو نگاہِ شاہ
چھوڑی نہ ایک جاں بھی خنجر کس واسطے

راہِ خدا میں نیزے پہ چڑھنا عبث نہ تھا
تھیں سر بلندیاں سرِ شبیرؑ کس واسطے

تیر و سناں تھے نخلِ شہادت کے [illegible] ثمر
اصغرؑ کس واسطے علی اکبرؑ کس واسطے

پانی کی بوند دے نہ سکی جل بھی آ کے فرات
یہ بخل آلِ ساقیٔ کوثر کس واسطے

اہلِ ستم نے اہلِ حرم کی سنی نہ ہائے
دیتے رہے خدا و پیمبر کس واسطے

دل شق ہوا تو اس سے یہ آئی صدا جلیلؔ
گھر جا بیٹھے بڑا غمِ سرمد کس واسطے

حسینؑ ابن علیؑ

ادیبۂ باکمال محترمہ اکبر النساء بیگم صاحبہ سلطانہ

ذیل کا سلام دو سال قبل سفینۂ نسواں کے محرم نمبر کی زینت بڑھا چکا ہے۔ یہ اپنی ادبی خوبیوں کے علاوہ سلاست اور روانی کی وجہ کچھ اس درجہ مقبول ہوا ہے کہ ہندوستان اور بیرون کے بعض اخبارات و رسائل اسکو نقل کر چکے ہیں، اس مرتبہ ملک کے کئی گوشوں سے مجھے مجبور کیا گیا کہ محترمہ سلطانہ صاحبہ کے تازہ افکار حاصل کروں اس قلیل وقت میں ممکن نہ تھا کہ میں محترمہ ممدوحہ کو زحمت دیتی اس لئے یہ سلام دوبارہ پیش کر رہی ہوں۔ کلام سے متعلق کیا عرض کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ خود ملک اور بیرون ملک سے خراج تحسین حاصل کیا۔ یہ سفینہ کی خوش نصیبی ہے جو وہ کبھی کبھی ملک کی اس مستند ہستیوں کے افکار عالیہ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

(مدیرہ)

اے بنائے لا الٰہ اے شہید کربلا — حامی دین مبیں اے صاحب صبر و رضا

اے حسینؑ ابن علی مظلوم و تشنہ گلو — اے شہید دین حق باطل شکن صد مرحبا

اے گنہگاروں کے والی حامی صدق و صفا — اے صداقت کے مجسم مرحبا صد مرحبا!!

راحت و آرام و دولت زر و جواہر کیا نہ تھا — تو نے حق کی راہ میں مولا اسے ٹھکرا دیا

رنج دیکھا دکھ سہے حق کی حمایت کیلئے

ہم سیہ کاران امت کی شفاعت کیلئے

———(٠)———

موت کی دہمکی صداقت سے ہٹا سکتی ہے کہیں
تو نے دکھلایا کہ حق باطل سے دب سکتا نہیں

واقعی تھی وہ گھڑی بھی اک عجب صبر آزما — اس طرف فوجِ شقی اور یاں فقط ذاتِ خدا
الاماں! کیا وقت آلِ مصطفےٰ پر تھا پڑا — آسماں ٹوٹے گر ترے سر پر یزیدِ ناسزا
صاحبِ کوثر کی گودی کے پلے وہ اختر تھا — بوند پانی کی سسکنے سے ترسیں غضب اللہ کا
جانتے گر حرمتِ بیتِ نبی کو اشقیا — گھر نبی کے رہنے والیوں کو یوں نہ کرتے بے ردا
عابدِ بیمار کے پاؤں میں بیڑی بے خطا — ہو گئے مظلوم سارے قید و بند میں مبتلا
زلزلہ آیا زمیں پر آسماں تھرا اٹھا — پیاس سے اکھڑا ہے دم جب اصغرِ بے شیر کا

چاہتا گر تو قیامت ٹوٹ پڑتی تھی مگر
مرضیٔ مولا بہر اولیٰ رہا پیشِ نظر

صبر حصہ میں ترے آیا رسولؐ اللہ کا
تو نے پایا تھا جگر بیشک خلیلؑ اللہ کا

اے حسینؑ فرزندِ دلبندِ علی مرتضیٰ — نورِ عینِ فاطمہ اے بازوئے شیرِ خدا
لختِ دل کو اپنے ہاتھوں میں بھیجا تھا — گھر لٹا اجڑا چمن، ابرو پہ پھر بھی بل نہ تھا

امتِ مرحوم کی آ کر رکھی ہے تو نے لاج
ورنہ ہم باقی بھی دنیا میں کہاں رہتے تھے آج

کوششیں ہم کو مٹانے کی ہوئی ہیں جا بجا — وہ ستم توڑے ہیں دینِ پاک پر اہلِ جفا
یہ نہیں جانا ہمارے لب پہ ہے تیری ثنا — دل تو روشن ہیں ہمارے حال گرچہ برا

صفحۂ ہستی سے سلطانہ وہ ہیں کیونکر مٹے
شاہؑ نے سینچا ہے جس پودے کو اپنے خون سے

حمد

ثنا پرداز روز اولیں سے ہی قلم تیرا — کہ سجدہ درگاہ میں بھرتا ہے دم تیرا
قلم چلنے لگا ہر گام پر کرتے ہوئے سجدے — ہوا نام گرامی جس کی گویا زیب قلم تیرا
ترے محبوب کے سرکار دو عالم ہیں تو مکمل تھا — کلیسا صومعہ بیت الصنم بیت الحرم تیرا
نہیں ہے انتہا دونوں کی دونوں حد سے بڑھ کر ہیں — گنہ میرے تری بخشش کہ ہیں عصیاں کرم تیرا

غریب اعظم سے یارب ادا کیا حق طاعت ہو
کہے جب عبد نا خود رسول محترم تیرا

جناب سید یاور علی صاحب (اعظم)

سلام

(از جناب نواب ناصر حسن صاحب)

اے سلامی سر دیا ہے شہ نے امت کیلئے — دکھ سہے سارے یہ ہم لوگوں کی راحت کیلئے
جب زمین کربلا میں شاہ نے رکھا قدم — تب قدم اس خاک نے اس پاک طینت کیلئے
دست بستہ ہو کے شہ سے کی شہادت یہ عرض — میں بھی حاضر ہوں شہادت کی شہادت کیلئے
پہلے ہی معلوم تھا شاہ شہیداں کو یہ کہ ہے — واسطے میرے شہادت ہیں شہادت کیلئے
کیا کہوں کیا شور و غل تھا خیمہ شبیر میں — آئے جب اہل حرم سے شاہ رخصت کیلئے
عرض کی زینب نے اس گھڑی رو رو کے — جب بلایا انکو سرور نے وصیت کیلئے
آپ تو تشریف فرما ہونگے فردوس میں — میں رہا تنہا یہاں رنج و مصیبت کیلئے
تب کہا دلگیر و لا سا شاہ نے سجاد سے — ہے خدا حافظ وہ ہے کافی حفاظت کیلئے
خوف کچھ بھی روز محشر کا بھلا آغا ہے کیا — ہیں وہاں آل عبا تیری شفاعت کیلئے

سلام

کیوں نہ منت کش ہوں اپنی خوبیِ تقدیر کا
بن گیا جس کی بدولت مدح خواں شبیرؑ کا

مجرئی حکمِ قضا کی یہ بھی اک تمثیل تھی
گردنِ سجادؑ میں حلقہ نہ تھا زنجیر کا

کہتے ہیں اس کو در شستہ فلک کا سب غبار
آج رتبہ ہو گیا ہے کیا سے کیا اکسیر کا

صغر سن بچوں کو دیکھا اور کبھی ناموس کو
روزِ عاشورہ عجب کچھ حال تھا شبیرؑ کا

اُلفتِ فطری میں جب آتا تھا دہشت کا خیال
کس نگاہِ یاس سے تکتے تھے منہ ہمشیر کا

جب رگِ گردن سے بھی نزدیک تھی تیری جگہ
حلقِ اصغر بن گیا کیوں کر نشانہ تیر کا

کہتے تھے اکبرؑ سے شہ کیونکر رضا دوں جنگ کی
تو ہے اک پیکر رسول اللہ کی تصویر کا

وائے قسمت وہ کھلے سر جائے ملکِ شام میں
پیرہن جس ہستی نے پایا چادرِ تطہیر کا

میں بھی ہو پہنچوں درِ شاہِ نجف تک اے سعید
اوج پر آئے ستارہ جب میری تقدیر کا

از جناب میر عابد علی صاحب سعید
(خلف عالیجناب نواب شہید یار جنگ بہادر)

اے تشنۂ کربلا شہید اکبر
سیراب گلوئے تو ز آب خنجر

تو آب نیافتی ز دست امت
امت ز تو آب خواہد در محشر

"نذر عقیدت"

فضا میں گونج اٹھیں اک بندۂ مومن کی تکبیریں
وہ تکبیریں کہ جن سے مل گئیں باطل کی تعمیریں

شہید کربلا سے درس لے، اے ہمت کے بندے
کہ زنجیروں میں آزادی ہے آزادی میں زنجیریں

مجاہد فی سبیل اللہ بے شمشیر بڑھتے ہیں
مگر ان کی نگاہوں میں چھپی ہوتی ہیں شمشیریں

محبت سرفروشی، اور خاموشی سکھاتی ہے
اسی منزل پہ آکر ختم ہو جاتی ہیں تقریریں

نبی کے کنبے والوں پر یہ کیا وقت آپہنچا
خطا ثابت نہیں ہوتی مگر ملتی ہیں تعزیریں

شہیدان جفا نے اس طرح زنگ جہاں بدلا
کہ جیسے رات کی ظلمت پہ چھا جاتی ہیں تنویریں

میری ہستی مرقع ہے غم و افسوس کا شاہد
میرے دل میں نہاں ہیں کربلا والوں کی تصویریں

(جناب شاہد صدیقی)

سلام

از جناب عزیز احمد صاحب (عزیز) فرزند فصاحت جنگ بہادر جلیل مدظلہ

سلامی فکر اپنی خوں میں تر معلوم ہوتی ہے
مری طبع رسا بھی نوحہ گر معلوم ہوتی ہے

اثر ہے آسماں پر آج تک خون شہیداں کا
شفق گوں شام ہے خونی سحر معلوم ہوتی ہے

خنک جو ابرو شمشیر شہ کے پڑتی سر میداں
لیے فوج عدو تیغ دو سر معلوم ہوتی ہے

تمنائیں ہیں کیا کیا بھائی سے ملنے کی غزا کو
ابھی تک سر وہ بے خبر معلوم ہوتی ہے

لبوں پر آکے رک جاتا ہے جب دم ہائے پیاسوں کا
اجل ان بیکسوں کی چارہ گر معلوم ہوتی ہے

بیاں قتل علی کیا ہو جگر بھی روئے اکبرؑ کی
عدو کہتے تھے تنویر قمر معلوم ہوتی ہے

محرم کی ہے ستائیں حشر کے آثار پیدا ہیں
فلک کی آج کچھ ٹیڑھی نظر معلوم ہوتی ہے

جو شہ کی مدح لکھی ہے عزیز اسکا صلہ دیکھو
میری تقدیر سر بام اوج پر معلوم ہوتی ہے

شہید کربلا

از مولانا قاری شاہ محمد جعفر صاحب خطیب کپورتھلہ

زہد و تقویٰ، علم و فضل، دولت و ثروت، حسن و جمال، فصاحت و بلاغت، شجاعت و مردانگی، خدمت و ہمدردی، سخاوت و ایثار وغیرہ وانسانی جوہر ہیں جو اپنے اندر خاص کشش رکھتے ہیں اسی لئے انبیاء علیہم السلام کو یہ نعمتیں خصوصیت کے ساتھ مرحمت ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہتیرے فضائل و کمالات ہیں جو بندگان خاص کو اس لئے عطا کئے جاتے ہیں کہ اعلائے کلمۃ اللہ میں انہیں یہ خوبیاں مدد دے سکیں۔ اصلی کشش تو وہ پرزور روحانیت و نورانیت ہوتی ہے جو عباد صالحین کا خاص حصہ ہی لیکن اس جوہر کا درک ہر کس و ناکس نہیں کرتا۔ اس لئے بعض ایسی خوبیاں بھی انہیں مرزوق ہوتی ہیں جو اول نظر میں اور پہلی ہی نگاہ میں دوسروں کو متاثر کرلیں۔ ان ہی بے پناہ کشش رکھنے والے اسباب میں ایک سبب مصائب و ابتلا میں گرفتار ہونا بھی ہے۔

اصول فطرت انسانی کا مطالعہ کرنیوالے اس سے بے خبر نہیں کہ مصیبت خصوصاً جبکہ وہ مظلومیت سے بھی ممزوج ہو اپنے اندر کچھ ایسی بے پناہ جاذبیت رکھتی ہے کہ ہر خاص و عام بے اختیار اپنی توجہ اسی طرف منعطف کرلیتا ہے، اور اگر مذکورہ بالا فضائل و جلالت کے ہوتے ہوئے بھی ابتلا اپنی جلوہ گری کرے تو نہ صرف رحمدل بلکہ سنگدل بھی اور نہ فقط دوست بلکہ دشمن بھی دیدۂ پرآب ہوکر کلیجہ تھام لیتا ہے۔

عالم فطرت کی چند مثالیں

سڑکوں پر بیشمار درخت کھڑے فریضہ سایہ فگنی ادا کرتے اور اپنی بہار دکھاتے رہتے ہیں لیکن کوئی رہنورد کبھی نگاہ اٹھاکر بھی ادھر نہیں دیکھتا کہ اپنی احسانمندی کا ثبوت پیش کرے لیکن ہاں اگر کسی درخت کو خواہ وہ بے برگ و نوا ہی کیوں نہ ہو باد تند کا کوئی جھونکا گرا کر سرنگوں کردے تو مستعجل مسافر بھی دو منٹ کے لئے کھڑے ہوکر اسے نگاہ حسرت سے دیکھنے لگتا ہے، کیوں؟ یہ اس لئے کہ اس درخت کی حالت بدل گئی ہے اور وہ ایک عارضی

مصیبت میں گرفتار ہے۔

ماہِ کامل ہر ماہ اپنی نور پاشی سے کرۂ ارض کو جگمگانے کا موقعہ دیتا ہے لیکن چند فطرت نگاروں کے سوا کوئی اسے بغور دیکھنا ضروری نہیں سمجھتا، سورج ہر روز اپنی ضیاء سے دنیا کو مستفید کرتا ہے، مگر کوئی نگاہ اسے دیکھنے کا شوق و تاب نہیں رکھتی ماہتاب ہو یا آفتاب عام ایام میں، اپنے اندر کوئی خاص کشش نہیں رکھتے لیکن کسوف و خسوف (گہن) واقع ہو تو دنیا اپنے مشاغل کو چھوڑ کر بلکہ سونے والے بھی اپنے بستروں سے اٹھ اٹھ کر اپنی ساری توجہ اس گہن لگے ہوئے جرمِ فلکی کی طرف مرتکز کر دیتے ہیں یہ کیوں ہے؟ یہ اس لئے کہ چاند یا سورج عارضی طور سے ایک تاریک مصیبت میں مبتلا ہے۔

یہ کوئی فلسفیانہ تخیلات واہمہ، کوئی شاعرانہ انشاء پردازی نہیں۔ بلکہ اس اصول کا عملی تجربہ خود تم کو بارہا ہو چکا ہے، کیا یہ واقعہ نہیں کہ جب تم تندرست و خوش حال ہوتے ہو تو تمہاری واقعی مزاج پرسی کرنیوالے شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں لیکن اگر خدانخواستہ تمہیں کوئی صدمہ ہو، کوئی حادثہ پیش آئے یا کوئی تکلیف دہ بیماری ہو تو وہ لوگ بھی مزاج پرسی، دریافت حالات کے لئے کھنچ آتے ہیں جو اپنی مسند سے کسی اہم سے اہم غرض کے لئے بھی ہٹنا غیر ضروری تصور کرتے ہیں دوست ہی نہیں بلکہ دشمن بھی خیر خواہ و ناصح ہی نہیں بلکہ عدوئے بدخواہ بھی ایسے مواقعِ ابتلاء پر شریک رنج و الم ہو کر اشک شوئی کرنے کے لئے کھنچ آتے ہیں یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ ابتلاء و مصیبت اپنے اندر توجہات کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچ لینے کی غیر معمولی طاقت رکھتی ہے۔ ابتلاء کی یہ غیر معمولی جاذبیت وہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ جسکا کرشمہ تم کو ہر روز اپنا مشاہدہ کراتا رہتا ہے مقاومتِ مجہول اور ستیاگرہ اسی عالیشان قصر کی ایک اینٹ ہے، اسی اصول کا تائید اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کیونکہ اس کے اندر نہ فقط ابتلاء ہے، بلکہ مظلومیت کا پرتو بھی ہے یہ اور بات ہے کہ اسکا بے محل استعمال موثر ہو یا سول نافرمانی اسکے مظلومیت کے پہلو پر اثر انداز ہو کچھ بھی ہو مگر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ابتلاء و مصیبت اپنے اندر ایک خاص کشش و جاذبیت رکھتی ہے۔

اور نہ محض جاذبیت و کشش بلکہ اسمیں کوئی اہم رمز بھی ہے جو بندگانِ خاص اس سے بے نیاز نہیں رکھے جاتے

ابتلا کی رمز و مصلحت کو فرمانِ نبوی نے یوں صاف کر دیا ہے کہ احب الناس الی اللّٰہ اشدھم ابتلاءً یعنے خدائے رحمن کا جو بندہ جتنا مقرب اور محبوب ہوتا ہے اسی قدر اس کی جانچ کیجاتی ہے۔

یہ مقام محبوبیت کچھ ہے بھی ایسا کہ عاشقی خار زار راہ ہی طے کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اسی لئے جب عباد مقربین کے درجات قرب کو بلند کرنا منظور ہوتا ہے تو ان کو امتحان

مہر و رضا کے شکنجے میں کسا جاتا ہے اور آزمائش توکل
علی اللہ کے خارستان پر خطر میں برہنہ پا دوڑایا جاتا ہے

چند واقعات سے تطبیق

حضرت آدمؑ کی سوانح
کتب سماویہ میں مرقوم ہیں لیکن آپ کے واقعات کا
سب سے زیادہ دل کو کھینچنے والا وہ وقت ہے جب کہ
آپ بہشت سے باحسرت و یاس علیحدہ فرمائے
جاتے ہیں اس حال میں آپکی آنکھوں میں آنسو اور
زبان پر ربنا ظلمنا انفسنا الخ کا مسترحمانہ اعتراف
خطا ہے۔

حضرت نوحؑ کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ جاذب
قلب وہ سماں ہے جبکہ آپ کا سفینہ کوہ پیما موجوں کی
گرداب میں چکر کھانے لگتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ساری سیرت میں حد سے زیادہ توجہ کو
منعطف کرنیوالا وہ عالم ہے جبکہ آپ کو منجنیق میں
بٹھا کر آتشکدہ نمرود کی بھینٹ چڑھانے کے لئے پھینکا جاتا ہے۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے سارے حالات میں سب سے زیادہ
جاذب نظر وہ منظر ہے جبکہ باپ اس عشق الٰہی کو دینے کو
ماتھے کے بل پچھاڑ کر اپنے ہاتھوں سے چھری چلاتا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے تمام سوانح میں سب سے زیادہ تڑپا
دینے والا وہ منظر ہے جبکہ آپ لاڈلے فرزند کو کھیلنے
اور تفریح کرنے کے لئے رخصت کرتے ہیں۔ مگر لوٹ
[illegible]

رنج و اندوہ پیدا کرنے والا سین ہے جبکہ آپ اپنے وطن
اور اہل وطن سے چھوٹ کر بھائیوں کے ہاتھ سے
فروخت ہوتے ہیں اور مصر میں غلامی و قید کے ایام
گذارتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کے جملہ واقعات میں سب سے پہلا
دل کو بے اختیار کر دینے والا وہ نظارہ ہے جبکہ اس شیرخوار
فرزند کو ماں اپنے ہاتھوں سے دریا کی اٹھتی ہوئی
موجوں کے حوالے کرتی ہے۔

حضرت مسیحؑ کی کل تاریخی زندگی میں سب سے زیادہ
نگاہ قلب کو اپنی طرف جذب کرنیوالی وہ گھڑی ہے
جبکہ آپ کو صلیب پر لٹکانے کے لئے گرفتار کرنے کی
ناکام کوششیں کیجاتی ہیں۔

یہ انبیاء اور مرسلین کی چند مثالیں ہیں اسی طرح صحابہ کرامؓ
کی ابتلاء امتحان اور آزمائش و افتتان کے واقعات
اس کثرت سے ہیں جنکو اس رسالے کے صفحات کی قلت
برداشت نہیں کر سکتی۔ کہنا یہ ہے کہ نیک بندوں کی
جانچ قدیم سنت الٰہی ہے اور یہ اس لئے ہوتی ہے کہ
مبتلا ہوکے درجات قرب اور منازل وصل بلند ہوتے
رہیں۔ یہ ہی سبب ہے کہ دنیا کی نگاہ توجہ کھینچ کر ادھر
منعطف ہو جاتی ہے۔

کیا اس تمہید کے بعد یہ بتانے کی ضرورت باقی ہے کہ
[illegible]

لی آنکھیں کیوں نہ حیرت زدہ ہو جائیں ان معصوموں کی طرف
ٹکٹکی باندھ کر دیکھے گلشن زہرا کیا علاوہ ان مظالم کے جس نے
کربلا سے بڑھ کے بھی کسی مصیبت کا کبھی تصور کیا ہے
ذکر غم حسینؑ فطرت انسانی اور اس غریب مظلوم
پر آنسو بہانا عین آئین آدمیت ہے۔

ابتلا کے بعد ...

تم نے حضرت آدمؑ کے ہبوط و عروج کا تذکرہ تو سنا لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ صفی اللہ نے اپنے پروردگار سے چند کلمات توبہ سیکھے اور خدا نے توبہ قبول کی کہ ان کے تمام رنج و غم دور ہو گیا۔

تم نے حضرت نوحؑ کی کشتی کا گرداب بلا میں گرفتار ہونے کا اشتیاق پر قصہ معلوم کیا لیکن یہ بھی جانتے ہو کہ وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی یعنی پانی خشک ہوگیا۔ یعنی اللہ کی رحمت جل جلالہ کے دامن نجات کے سہارے کشتی ٹھکانے لگ گئی۔

تم نے حضرت ابراہیمؑ کے آتشکدہ میں ڈالے جانے کی دل سوز کیفیت سنی لیکن اس سے بھی واقف ہو قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم [illegible]

تم نے حضرت اسماعیلؑ کی گردن پر چھری چلنے کا [illegible]

تم نے حضرت یعقوبؑ کے فراق پسر میں ... ہونے آنکھیں کھونے کی روداد سنا لیکن یہ بھی ... ہو ... کہ القاہ علی وجہہ فارتد بصیرا یعنی پیراہن یوسف نے بینائی لوٹا دی۔

تم نے حضرت یوسفؑ کی جدائی وطن و اہل وطن کی جگر خراش کہانی معلوم کی لیکن اس سے بھی آشنا ہو کہ ورفع ابویہ علی العرش وخروا له سجدا اپنے بچھڑے والدین کو دوبارہ مل گئے اور ان کو تخت شاہی پر بٹھایا اور بھائیوں کی گردنیں اس عزیز مصر (یوسف) کے آگے جھک گئیں۔

تم نے حضرت موسیٰؑ کے نذر دریا ہونے کا ... کیا لیکن یہ بھی سن لیا ہوگا کہ فرجعنٰہ الی امہ کی تقر عینها ولا تحزن یعنی معصوم شیرخوار بچہ پھر اپنی ماں کی گود میں تھا اور ماں بے غم ہو کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر رہی تھی۔

تم نے حضرت عیسیٰؑ کی گرفتاری و قتل کی ... لیکن اسکا علم رکھتے ہو کہ بل رفعہ اللہ الیہ آپ گرفتار ... بچ گئے بلکہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ... مصائب ابتلا کا دور سب پر آیا لیکن [illegible]

ابتلا ہوئی اور ختم ہوگئی۔ آزمائش ہوئی اور چھٹکارا نصیب
ہوا۔ جانچ کی گئی اور فتوحات سے سرفراز کر دیا گیا۔

غیر مختتم ابتلا کی واحد مثال

اچھا آؤ اب آؤ اب
میں ایک ایسے مصیبت زدہ مظلوم کو پیش کروں جس کے
مصائب نے مسرت کا انجام ہی نہ دیکھا جسکی جانچ
نے فوز و رستگاری کا پیغام ہی نہ جسکی ابتلا کو خوشی کا
دور اور جس کی آزمائش کو حسن اختتام کی کوئی ساعت
نصیب ہی نہ ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل بہت طویل
صحبت کی طالب ہے جسکا یہ موقعہ نہیں۔ مگر ذرا اختصار
کے ساتھ اس جامع المصائب اور ختم البلایا
کی لامحدود بے کسی اور ختم نہ ہونیوالی مظلومیت و محرومی کا اندازہ کریں
جنت البقیع جنت المعلےٰ اور ما بین قبری و
منبری روضۃ من ریاض الجنۃ غرض ہزار
جنتیں مدینہ مکرمہ اپنی آغوش لئے ہوئے ہے حسینؑ مظلوم
صفی اللہ آدم کی طرح اس بہشت زار مدینۃ الرسول
سے روتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں مگر آدم کی طرح کسی
اشک شوئی کرنیوالا نہیں ہوتا۔

فرمان رسول ہے کہ مثل اھل بیتی کسفینۃ نوح
میری اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہے۔ آج یہ سفینہ عترت
رسول نجی اللہ نوح کی طرح ارض کربلا کے گرداب
بلا میں پھنستا ہے مگر نجتنا من الکرب العظیم کی
خوشخبری سامنے نہیں آتی۔

طیبہ کی انہار گلستان کربلا کو تشنہ طیور کی طرح تشنہ
[illegible] ہوئے ہیں اور اس مظلوم کا سر یزید کے طشت
تشیع پر لوٹتا ہے مگر اف یا ماتم کی کوئی بوند [illegible]
کا کوئی پیغام نہیں پہنچتا۔

وجود حسینی رضائے الٰہی کی بھینٹ چڑھنے جا رہا ہے۔ اس کے
حلقوم پر ذبیح اللہ کی طرح خنجر چلتا ہے مگر کوئی فدیہ ذبح عظیم
کی جگہ نہیں لیتا۔

علی اکبرؑ نوجوان فرزند ہیں جن کو امام ہمام حضرت یعقوب
کی طرح خونی کھیل کھیلنے کو رخصت فرماتے ہیں۔ مگر
زندگی میں دوبارہ آنکھیں روشن کرنے کی نوبت نہیں آتی۔
وطن و اہل وطن سے کسی الفت نہیں ہوتی۔ نوشاہ
کربلا یوسف بے کارواں کی طرح سب سے جدا ہوتے ہیں
مگر لوٹ کر ان سے ملنے کیلئے سالم لاشہ بھی نہیں باقی رہتا۔

علی اصغرؑ شیرخوار نور عین تھے جنہیں مادر عزیز والدہ
موسیٰ کی طرح اپنے ہاتھوں سے آتش زار کربلا کی آتشیں
موجوں کے حوالے کرتی ہے مگر بچہ جس حال میں واپس ملا ہے
وہ بھی جانتے ہو۔

اس بے گناہ مظلوم کی گرفتاری و قتل کے لئے بھی بے دینوں
کا ہجوم امنڈ آتا ہے اور بے کس حضرت روح اللہ کی طرح
گرفتار کرنیوالوں کے اژدہام میں گھر جاتا مگر اف کوئی آج
آسمان کی بلندیوں پر حفاظت سے لے جانے والا نہیں ملتا۔

تم نے دیکھا ہے انبیاء علیہم السلام کے واقعات ابتلا
تمہارے سامنے ہیں۔ آزمائش کے بعد سب کو خوشی
و مسرت کا دور دیکھنا بھی نصیب ہوا ہے (الا ماشاء اللہ)
لیکن پھر بھی ان کا وہ عارضی دور ابتلا اپنے اندر تڑپا
دینے والی جاذبیت اور بے اختیار کر دینے والی
کشش رکھتا ہے۔ پھر اس عظیم الشان ہستی کی مصیبتوں
کی طرف ہماری آنکھیں کیوں نہ بے اختیارانہ منعطف
ہو جائیں جس کی ابتلا و آزمائش نے شادمانی و کامرانی کا
کوئی دور ہی نہ دیکھا ہو۔

مصیبت پھر مصیبت عظمیٰ، پھر غیر منتہی اور غیر مختتم، پھر
غیر معمولی جلالت شان کے ہوتے ہوئے، پھر مظلومیت
کے ساتھ، پھر بے گناہی کی حالت میں اور پھر کسی حسن
اختتام اور [illegible] کے بغیر ... اللہ اللہ ...
دنیا رہے گی اور دنیا چاہیئے کہ جب تک دنیا میں [illegible] کا
سبب بھرتا رہیگا جب تک پیاسے سیراب ہوتے
رہیں گے، جب تک بچھڑے ہوئے ملتے رہیں گے
اس وقت تک حسینؑ اور انصار حسینؑ کا ماتم ہوتا
رہے گا۔

حقیقت سے دوری و مہجوری کا سبب یہی ظن ہے۔ جس کی اکثر لوگ پیروی کرتے ہیں۔

وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ؕ	اکثر لوگ محض ظن کی پیروی کرتے ہیں۔
مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ؕ	ان کے پاس سوائے اندازہ اور ڈھکلے کے کوئی عملی بات نہیں ہے۔

جس بات کی بنا جہل اور ظن پر ہو اس کی پیروی کرنے سے اسلام نے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ	جس بات کا تم کو علم و یقین حاصل نہیں اس کے پیچھے مت پڑا کرو۔

اس آیت کی شرح میں امام راغب اپنی مفردات میں لکھتے ہیں۔ ای لا تحکم بالقیافۃ والظن یعنی اگر علم نہیں ہے تو محض قیافہ اور گمان سے کوئی حکم نہ لگایا کرو۔

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

لا تتبع ما لم یتعلق بہ علمک تقلیداً و رجماً بالغیب ؕ	اگر کسی بات کا علم نہ ہو تو نقال بن کر اس کی پیروی نہ کیا کرو۔

پس جہاں علم و یقین ہوگا وہاں ظن اور ریب کے لئے کوئی گنجایش باقی نہ رہے گی اور نہ اختلاف کا کوئی شائبہ پایا جائیگا کیونکہ اختلاف کا منشاء ظن اور اٹکل ہے اور اتحاد و یکسانیت کا سرچشمہ علم و بصیرت! مشاہدہ اور قیاس میں فرق بھی یہی ہے کہ مشاہدہ میں کبھی اختلاف جگہ نہیں پا سکتا۔ مگر قیاس اور اندازہ کا سب سے بڑا نتیجہ تضاد و اختلاف ہی ہے۔

ایک مثال

مشاہدہ اور قیاس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ہم کسی مکان میں بیٹھے ہیں۔ آفتاب غروب ہو چکا ہے مکان کی وسعت و فراخی کے اعتبار سے جا بجا بجلی کے قمقمے لگے ہوئے ہیں یہ تمام قمقمے دفعتاً روشن ہو جاتے ہیں اور مکان کا گوشہ گوشہ جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے دفعتاً سینکڑوں قمقموں کا روشن ہو جانا کس قدر حیرت انگیز ہے؟ مگر کیا آج تک کسی کو اس روشن حقیقت میں شبہ ہوا؟ اور کیا لاکھوں انسانوں میں کسی ایک نے بھی اس برقی روشنی کے اسباب میں اختلاف پیدا کیا؟ آخر یہ اتحاد آرا کیوں ہے اور کس لئے معمولی سا اختلاف بھی نہیں پایا جاتا؟ اسکا سبب

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ ... | ہم نے نوح ؑ ابراہیم ؑ۔ موسٰی عیسٰی علیہم السلام کو جو شریعت دی تھی اس میں یہی حکم دیا تھا کہ دین کو قائم کرو۔

خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اَنَا مَعْشَرُ الْاَنْبِيَاءِ دِيْنُنَا وَاحِدٌ | ہم سارے انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔

لیکن اس کے مقابلہ میں فلاسفہ کی جدلیات اور مخترعات کو دیکھئے کہ کسی ایک بات میں بھی اتفاق ہے۔ ہر فلسفی نے ایک نئی دنیا قائم کی اور ہر نئے فلسفی نے پہلے فلاسفہ کی تکذیب کو اپنا مدعا قرار دیا۔ ارسطو۔ افلاطون فیثاغورث۔ بقراط۔ ابن سینا کے اختلافات آج بھی ہم کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ اگر فلاسفہ کو علوم عقلیہ میں یقین کا درجہ حاصل ہوگیا تھا تو پھر اشراقیین مشائین اور رواقیین کی جماعت بندی کیسی؟ یہ تقسیم ہی بتا رہی ہے کہ اس گروہ کے اختلافات جہلا اور رعامیوں کے اختلافات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اور ان کی یقینیات شک وارتیاب سے آگے نہیں بڑھتیں۔ یونان کے فلاسفہ کو چھوڑ دیئے اور مغرب کے دانش فروش فلاسفروں کے "یقینیات" پر نظر کیجئے کہ ان غریبوں نے آپس ہی میں ایک دوسرے کی کیسی پگڑیاں اچھالی ہیں۔ کانٹ اور اسپینسر۔ زینو اور نیوٹن۔ اولیور لاج اور ڈیکارٹ ہیگل اور بیگن بیکلے اور جیرڈ کس کس کا نام لیا جائے ان میں کون سے دو فلسفی بھی ہیں جن کی تحقیقات کا مدار متفق علیہ ہے اور اول سے آخر تک ایک ہی بات انکے منہ سے نکلی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ فلاسفہ کے اختلافات صرف اس لئے ہیں کہ ان کے پاس یقین حاصل کرنے کے ذرائع نہیں ہیں وہ محض اندازہ اور اٹکل سے کسی راستہ پر قدم رکھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر ناکام رہتے ہیں اور کبھی اتفاق سے کسی مسئلہ میں صحت کے درجہ تک پہونچ جاتے ہیں مگر اذعانی اور یقینی کیفیت سے وہ پھر بھی معترا رہتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں انبیاء کرام آپس میں کس قدر متحد ہیں۔ امور غیبیہ اور طبعیات میں انکی موافقت کتنی شدید ہے! ایک پیغمبر نے جو کچھ کہا اس کو دوسرے نے مدار یقین قرار دیا اور ذرہ برابر بھی اختلاف پیدا نہیں ہونے دیا۔ سچ فرمایا ہے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَنَا مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ دِيْنُنَا وَاحِدٌ" اگر ہزاروں پیغمبروں کا یہ اتفاق محض اتفاق ہے تو ایسے اتفاق کی کم از کم اس دنیا میں تو کوئی نظیر نہیں ملتی اگر وہ کہیں موجود ہے تو اس کی نشان دہی میں ہرگز بخل سے کام نہیں لینا چاہئے۔

انبیاء کرام پر اگر اعتماد نہ کیا جائے اور ان مشاہدات کو بھی فلاسفہ کے ہم پلہ قرار دیدیا جائے تو اور خاص اور یقین کو دنیا سے مٹ جانا چاہئے۔ کیونکہ پھر ارتیاب اور تشکیک کے سوا اور کسی کی فرمانروائی نہ ہوگی جسکو امور غیبیہ میں مطلقاً صرف نہیں ہے آخر میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ امور غیبیہ اور آلہیات میں فلاسفہ اور عوام میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ فلاسفہ فوق انادراک امور میں ایسے ہی بے ماندہ اور لاچار ہیں جسطرح عام لوگ۔ نہ فلاسفہ کے پاس یقینی ذرائع موجود ہیں نہ عوام کے پاس اگرچہ کچھ ذرائع ہیں تو یہی ہیں تو اسمیں عوام اور فلاسفہ کا درجہ برابر ہے فرق صرف یہ کہ ایک گروہ ضبط و نظم اور تسلسل کیساتھ اپنے تصورات کی صورت کھڑی کر دیتا ہے اور دوسرا ان دوادُں اور پیچوں سے واقف نہیں ہے۔

بنتِ زہراؑ کا سبق آموز ایثار

از جناب سید سبطِ حسن الحسینی خوشتر جونپوری

اوائل سنہ ۶۰ھ میں جب شام کے فاسق و فاجر۔ شقی و ظالم۔ حاکم نے پیغمبر اسلام کے نواسہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بحالت غربت و مسافرت ناحق جنگ و جدل چھیڑ دی اور طرح طرح کے مظالم۔ گوناگوں مصائب سے خاصانِ آلِ عبا کو اس درجہ اذیت پہونچائے کہ جگر گوشہ رسولؐ کو احقاق حق و ابطال باطل کیلئے اپنا تن من۔ دھن سب کچھ دین و اسلام پر نثار کر دینا پڑا۔ اس عالم ابتلا میں ہر حسینیؑ فرد نے کما حقہ خدمت اسلام انجام دی حتیٰ کہ مخدرات عصمت و طہارت نے بھی جان سپاری مذہب اس اعلیٰ عنوان سے فرمائی کہ چشم فلک نے از آدمؑ تا ایندم۔ ایسی قربانی و ایثار۔ ہمت و استقلال۔ صبر و شکر کیساتھ راضی برضاء الٰہی رہنے والیاں نہیں دیکھیں۔ اور نہ اب قیام قیامت تک انکا مثل و نظیر ہوگا۔

دسویں محرم کو جب فرزند بتولؑ کو صحرائے بے آب و گیاہ میں ہر طرف سے دشمن کی فوج نے گھیر لیا اور راستے بھی بند کر دے تا کہ کوئی نصرتِ امام کو نہ آسکے۔ یہاں تک کے اعوان و انصار حسینؑ جور اشقیا سے تنگ آکر دفاع حملہ پر مجبور ہوئے اور میدان کارزار میں یکے بعد دیگرے داد مردانگی و شجاعت دے گئے۔ تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں بچوں (عونؑ و محمدؑ) کو خیمہ اقدس میں طلب فرما کے خود اپنے ہاتھوں سلاح جنگ سے آراستہ کیا اور رجا فضہ کے ہمراہ بھیجکر اپنے ماں جائے امام حسینؑ کو یاد فرمایا۔

جب حضرت تشریف لائے تو بہن نے دست بستہ با چشم پرنم آپ سے عرض کی۔ بھیا نانا کی حدیث تھا ہے صدقہ سے بلا ٹل جاتی ہے۔ لہذا مجبور دولتی سے دور نہ جب اپنے ولبند دونکو حضور کے قدموں

پر تصدق کر دینا چاہتی ہے۔ اسلئے کہ اس سے زیادہ اب کونسا ابتلا کا وقت ہوگا۔

ان کا اشارہ پاتے ہی لپٹ گئے۔ ماموں بھانجوں کو بعد حسرت و یاس وداع کیا اور یہ بھوکے پیاسے بچے مقتل کو سدھارے۔ جعفر طیار کے پوتے اور حیدر کرار کے نواسے عالم کمسنی و خردسالی میں بحالت تعب و تشنگی۔ شامیوں نے اسطرح نبرد آزما ہوئے کے اپنے بزرگوں کی لڑائیوں کی یاد تازہ کر دی۔ لیکن تین شبانہ روز کی بھوک پیاس اور ریگستان کی سخت ترین دھوپ میں دو طفل صغیر لاکھوں سے کب تک لڑتے ہر چہار جانب تیر و تبر۔ نیزہ و شمشیر کا وار ہونے لگا اور عبد اللہ کے پسر نرغۂ اعدا میں گھر کر زخم کھانے لگے تا اینکہ مجروح ہو کر زین فرس سے فرش ارض پر گر پڑے اور مادر تفقیدہ جگر کو آواز دی جناب زینبؑ خبر شہادت سنکر سجدۂ شکر بجا لائیں کہ میری پرخلوص قربانی بارگاہ صمدیت میں قبول ہوگئی۔

اللہ اللہ دختر فاطمہؑ کیسا دل و جگر رکھتی تھیں کہ اپنے ان جگر پاروں کو جن سے بہتیرے ارمان وابستہ تھے اور جنکے پروان چڑھنے کی بڑی تمنائیں تھیں خاک و خون میں آلودہ۔ زخموں سے چور لاشے دیکھکر بجائے اشکباری شکر باری کرنے لگیں حقیقتاً یہ عمل درس تھا تمام کیلئے کہ راہ خدا میں اسطرح مردانہ وار سب کچھ نثار کر دینا چاہئیے۔ کربلا میں نزاکت وقت کا خیال اور بھائی کی سچی محبت و قدردانی نے زینبؑ کے جذبۂ عمل کو اور تیز کر دیا چنانچہ آپنے ایثار جان و مال کی وہ شان دکھائی جو تمام عورتوں کیلئے پیام عمل و درس حیات بن گیا۔

ضرورت ہے کہ ہم دشت کربلا میں کامل ایثار کرنیوالی بی بیوں کے اسوۂ حسنہ سے اخلاق حمیدہ اور اچھے سلوک کے طریقے سیکھ کر اپنا لائحہ عمل قرار دیں۔ کاش کنیز جناب سیدہ (فضہ) ہی کے عمدہ ترین اطوار و خصائل کا کچھ پرتو ہم پر پڑ جاتا تو ہماری بگڑی ہوئی حالتیں بہت کچھ سدھر جاتیں ؎

ثانی زہرا زینب کبری ہم سب کی مخدومہ ہے
تقلید کے قابل سیرت تیری بیشک اے مظلومہ ہے

شہیدوں کا سردار

(از نتیجہ فکر جناب مولوی محمد نذیر رضا صاحب فائیکر۔ سیف آبادی پٹیالہ)

یہ مصطفےٰ کی آل ہے
یہ مرتضےٰ کا لال ہے
یہ فاطمہؑ کا چاند ہے یہ صاحب کمال ہے
پڑیں ہزار آفتیں
اٹھائیں سب مصیبتیں
مگر نہ لب پہ شکوہ ہے نہ دل میں کچھ ملال ہے
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

کھلے ہیں فوج کے نشاں
کہ اٹھ رہی ہیں آندھیاں
چمک رہی ہیں تیغ کی ہر ایک سمت بجلیاں
لگے ہیں نیزہ و تبر
شگافتہ ہے سر مگر
یہ صبر ہے نہ ڈگمگا سکے پاؤں جم گئے جہاں
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

یہ تین دن کی پیاس ہے
کہ زندگی سے یاس ہے
تلا ہوا جہاد پر مگر یہ حق شناس ہے
یہی ہے منزل بقا
یہی ہے جادۂ رضا
نہ اسمیں اضطراب ہے نہ خوف ہے نہ ہراس ہے
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

کٹے ہوئے ہیں دست و پا
ہے خون سے جوں ٹپک رہا
غم و الم ہیں سینکڑوں تو زخم ہیں ہزار ہا
مگر یہ مرد با خدا
یہ حق شناس با وفا
اٹھا رہا ہے سختیاں ہنوز ہوش ہیں بجا
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

علم ہوئی ہیں تیغ کیں
ستم کی برچھیاں چلیں
بپا ہوا ہے شراب بڑھا ہے لشکر لعیں
پلا ہے شمر بدگہر
جھکا دیا ہے شہ نے سر
یہ زلزلہ ہے ہل رہی ہے کربلا کی سرزمیں
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

یہ راز و نیاز ہے
یہ آخری نماز ہے
یہ کس طرح ادا ہوئی ہنوز ایک راز ہے
اٹھا وہ خنجر جفا
یہ کس نے رکھ دیا گلا
یہ وہ نماز عشق ہے کہ جس پہ حق کو ناز ہے
یہ شاہ مشرقین ہے
حسینؑ ہے حسینؑ ہے

حسینؑ کی شہادت کا منشا کیا تھا؟

از جناب سید اختر علی صاحب تلہری گورنمنٹ جوبلی کالج (لکھنؤ)

کیا یہ کہ گنہگاران امت جد کی بخشش کا سامان نکل آئے۔ آپ کے مقدس خون کے قطرے مسلمان معصیت کاروں کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں۔

شہادت حسینؑ کا اگر یہ منشا قرار دیا جاتا ہے تو اوس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم بھی مسیحیت کے مشہور مسئلۂ کفارہ سے متاثر ہیں۔ عیسائیوں نے اگر حضرت مسیحؑ کے مصلوب ہونے کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ لیا تو ہم حضرت حسینؑ کی شہادت کو بھی یہی نوعیت دے رہے ہیں۔

ایک مسلمان جو دین فطرت کا تابع ہے اپنے اعتقادی دستور العمل میں ایسی تشبیہوں کو قانون کا لباس پہنا کر جگہ نہیں دے سکتا۔

ربانی مذاہب دنیا کی تمدنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور اوس کے ہر فرد کو صحیح اخلاقی جادہ پر ڈال دینا۔ قانون کفارہ کی تجویز ان کے اس منشا کو ذبح کر دینے والی ہے۔ یہ خیال کہ ایک معصوم ذات کا بے گناہ دار پر کھینچا جانا یا اوس کے گلوئے مقدس پر تلوار کا پھیر دیا جانا دوسرے ماننے والوں کی بدکاریوں سے بخشش دلائے جانے کا ذریعہ

درحقیقت معصیت و اثم کے جذبات کو نشو و نما دینے والا غلط کار روائیوں اور گمراہ افراد کی ہمت افزائی کرنے والا ہے کوئی مسلمان ایسا عقیدہ اسلام کے سر نہیں کر سکتا۔ ایسی حالت میں شہادت حسین جو خود حقیقۃً دین فطرت کے صداقت کی نشانی ہے۔ اس منشا کی متحمل کیونکر ہو سکتی ہے۔

حسین اور ان کے وفادار رفقا نے اپنے گلے اسلئے نہیں کٹوائے تھے کہ اُن سے پہلے [illegible] مسلمانوں کے دامن سے گناہوں کے داغ دھو دیں اور انہیں جملہ معاصی کے ارتکاب کا موقع بلا خوف مواخذہ مل جائے پھر کیا اس شہادت کا یہ منشا رکھا کہ ماتم کرنیوالوں کی چند ٹولیاں گریہ و زاری کرنے والوں کی چند جماعتیں تیار ہو جائیں اور ایک خاص قسم کی توازن رکھنے والی سینہ زنی اور نوحہ خوانوں کی موسیقیت نوازی سے ہر سال اس دردناک واقعہ کا اعلان کر دیا جائے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے اہم واقعہ کی غرض و اتنی اونچی یہ دنیا کا مشہور "ذبح عظیم" اور اوس کا مقصد اتنا معمولی۔ میرے خیال میں حسینؑ کی شہادت کا یہ منشا قرار دینا کہ چند آنسو بہانے والی آنکھیں وجود میں آ جائیں بے حد عجیب و غریب ہے۔ اسکے دوسرے معنے یہ ہوں گے کہ ہمیں حسین کی ذات سے ابتدائی تعارف بھی نہیں ہوا ہے۔ ہماری نگاہیں اس شہادت کے رموز و اسرار کے کسی حصہ تک بھی نہیں پہونچ سکی ہیں۔

پھر آخر اس شہادت کی غرض کیا تھی

یہ اور صرف یہ کہ دنیا کو عملی طور سے بتلا دیا جائے کہ قہرمانیت و استبداد کی قوتوں کا مقابلہ کیونکر کیا جاتا ہے۔ خود سر و جابر حکومتوں کی مخالفت کہاں پر انسانی فریضہ ہو جاتی ہے۔ مادیت کے مقابلہ میں روحانیت کو کہاں پر صف آرا ہونیکی ضرورت ہے۔ مذہبی خود داری کی حفاظت میں کس مقام پر سر کٹا دینا انسانی شرافت کی نشانی ہے حسین کی شہادت دنیا کے اون معمولی واقعات میں نہیں ہے جو حوادث کے سلسلہ میں روز آنہ ہماری آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اس داستان خونچکاں نے "انقلابی فلسفہ" پر اپنے عالیہ کی عملی حیثیت حکیمانہ تشریح کی ہے اوس نے واضح طور سے بتلایا ہے کہ اس فلسفہ پر عمل پیرا ہونیکی کب ضرورت ہوتی ہے۔ [illegible] کی موجودگی میں اوس پر عمل کرنا چاہیے اوس کی کتنی منزلیں ہیں اور اوس کی ہر منزل کے وظائف [illegible] نوعیت کیا ہے سینہ سپر کہاں ہونا ہوتی ہے۔ اور کس مقام پر دشمنوں کے چمکدار برچھیوں کی نوکوں کیلئے سینہ کو کھول دیا جاتا ہے یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس کا اصلی منشا ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں رہا۔

ہمیں حسینؑ سے محبت کا دعویٰ ہے۔ ہمیں اس پر ناز ہے کہ ہم اُنکی شہادت کے تذکرہ کو زندہ رکھے ہوے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اس واقعہ سے کوئی سبق حاصل نہ کرسکے۔ ہماری سیرتیں اُنکی خصوصیتوں سے غیر متاثر ہیں نہ ہمارے بازوں میں قوت پیدا ہوئی نہ دلوں میں ہمت۔ ہمیں بالکل نہیں معلوم کہ جوانمردوں کے ولولے کیا ہوتے ہیں۔ بہادروں کے حوصلے کیا نوعیت رکھتے ہیں۔ ہم چند بزدلوں اور بے ہمتوں کا گروہ بنکر رہ گئے ہیں۔ استبداد کے ماتھے پر ادنیٰ برہمی کی شکنیں نظر پڑیں اور اِدھر ہم تھر تھرا گئے۔ اُدھر اقتدار نے نگاہیں بدلیں اور ادھر ہم لرزنے لگے۔ حد یہ ہے کہ ہماری آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں تو نخوت کی مسندوں پر بیٹھنے والوں کے تیور دیکھکر بزدلی ہمارے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہے۔ بے ہمتی مصلحت بینی کے لباس میں ہم پر مسلط ہوچکی ہے ●

حسینؑ سے بہادر اور بزرگ ان کو ایسے دوستوں کی نہ کبھی ضرورت تھی اور نہ ہے۔ اونکی یادگار قائم کرنے والوں کو ایسا تو ہونا چاہیے۔ جن میں حبیب ابن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ کی شان وفاداری کی تھوڑی سی جھلکیاں نظر آئیں۔ وہ قربانی وہ ایثار کے کچھ تو ذائقہ شناس ہوں ۔

ان سیرتوں کے ساتھ ہمارا نوحہ و ماتم فائدہ بخش نہیں۔ حسینؑ سے زبانی محبت کے لیے چوڑے دعوے اور عملی حالت یہ کہ اپنی مجلسوں میں ذکر جنت البقیع بھی سیاست کے موہومی خطروں کی وجہ سے ممنوع ہے۔ یہ حسینؑ کے سچے دوستداروں کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ حسینؑ کے حقیقی ماننے والوں کی یہ روش نہیں ہوسکتی۔ میں پھر کہوں گا کہ حسینی دربار میں اُن سچے آنسوؤں کی قدر ہے جنہیں دلیروں اور بہادروں کی آنکھیں بہائیں اون جھوٹے آنسوؤں کی عزت نہیں ہے جو بزدلوں اور بے ہمتوں کی آنکھوں سے جاری ہوں۔ حسینؑ کی شہادت کا مقصد اون افراد کے وجود سے پورا نہیں ہوسکتا جنکی زبانوں پر ہر وقت حسینؑ حسینؑ کے نعرے لیکن دل "حسینیت" سے بالکل ناآشنا۔ حسینؑ سے بہادر اور صاف گو انسان کا نام لینے کیلئے سچی زبانوں کی ضرورت ہے۔ منافق زبانوں کی نہیں ۔

حسینؑ کی شہادت کا تذکرہ کرنے کے ہم اُٹھتے بیٹھتے عادی ہوگئے ہیں لیکن پھر بھی ہمارے افعال و اعمال میں حسینیت کا رنگ نہیں جھلکتا ۔

ہم دنیا کی تمام قوموں سے زیادہ خودغرض طماع۔ ملک قوم و مذہب کے بہبود کے افکار سے ناآشنا۔ مختلف توہمات کے شکار قوت و اقتدار کے ذلیل ترین خوشامدی آخر یہ رمز کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس شہادت کے متعلق ہمارا نقطہ خیال بدل دیا گیا ہے۔ اوس کے حقیقی مقاصد نگاہوں سے اوجھل کردیے گئے ۔

تجارت پیشہ ذاکرین اور مرثیہ خوانوں کی جماعت اور اسکے ضمنی مقاصد ہر وقت ہماری نگاہوں کے سامنے

سمٹ گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ہم چھلکے سے شغل کرتے رہیں۔ مغز تک رسائی نہ ہو۔ ظاہر کے نقش و نگار سے دل بہلائیں باطن کے حسن و جمال سے دل و دماغ کا سرور نہ حاصل کر سکیں۔

فی الواقعی ہماری محرومی کا یہ قصہ کس قدر دلگداز ہے کہ حسین کی شہادت سا انقلاب آفرین واقعہ ہماری قومی تاریخ کا اہم جز ہو اور ہم اوس سے کوئی اخلاقی سبق نہ حاصل کر سکیں اور اس سے کوئی مفید درس نہ لے سکیں۔ زندہ قوموں کی سیرتوں کی کیا یہی خصوصیتیں ہوتی ہیں۔

۷۸۶

قطعہ

از جنابہ فاطمہ صاحبہ۔ نسیم

ہوے ستو کے مقابل رن میں جرأت ہو تو ایسی ہو　　رہے ہیں تشنہ لب تین روز ہمت ہو تو ایسی ہو
لٹا یا بات پر گھر کو سخاوت اسکو کہتے ہیں۔　　جھکایا سر تہہ شمشیر طاعت ہو تو ایسی ہو۔

سلام

خواب میں روئے منوّر جو دکھائیں شبیرؑ　　میری سوتی ہوئی تقدیر جگائیں شبیرؑ
حشر کے روز میری پیاس بجھائیں شبیرؑ　　جام کوثر مجھے بھر بھر کے پلائیں شبیرؑ
دن ہے عاشورہ کا کہتی ہے یہ شمشیر علیؑ　　آج کچھ جوہر شمشیر دکھائیں شبیرؑ
مرضیٔ حق تھی یہی تھا یہی منشا ئے حضورؐ　　ورنہ کیا بات ہے پانی بھی نہ پائیں شبیرؑ
آتے ہی سامنے دشمن کے اجل آجائے　　کیا ضرورت ہے کہ تلوار چلائیں شبیرؑ
جان دی اف نہ کیا ہے یہی غایت قدر　　تاکہ دنیا کو رہ حق پہ لگائیں شبیرؑ

یہ خبر باد صبا لائی ہے طیبہ سے نسیم
آکے روٹھی ہوئی صغرا کو منائیں شبیرؑ

محرم اور اوسکا سبق

از جناب سید حیدر حسین صاحب ایڈیٹر ریویو لکھنو)

محرم تبلیغ اور تعلیم اسلام کا مخصوص زمانہ ہے۔ اگر ذاکرین کا طبقہ اسکی عظمت اور قیمت کو سمجھہ سکیں اور اوس سے پورا نفع پہنچانے پر آمادہ ہو جائے۔ بدقسمتی سے آل مجلس محض رونا رولانا اعلیٰ ترین مقصد سمجھہ لیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ضمنی پہلو ہے۔ اس میں شک نہیں کہ رونا انسان سے جوانیت کے اثرات کو دفع کرتا اور اوسکو روحانیت کے درس کو قبول کرنے کیلئے راہ راست پر لگا دیتا ہے لیکن جس صورت میں وہ درس دیا ہی نہ جائے تو ہمارے افعال و عادات فطریہ پر وہ شریف آثار کہاں سے ظاہر ہوں جو بانیٔ مجلس کی اصلی غرض ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس شخص نے ہمدردی اور عقل کی روشنی میں امام حسینؑ کے آخر زندگی کے سبق آموز احوال کو غور سے نہ مطالعہ کیا ہو وہ اسلام کو اوس کے اصلی جامہ میں سمجھنے سے قاصر ہے۔ جناب سرور کائنات کے تعلیمات کے مدرس اعلیحضرت خامس آل عبا ہیں۔ جس نے اس اوستاد سے کچھہ نہ سیکھا اوس نے شریعت اسلام کی کچھہ بھی قدر و عزت نہکی۔ یہ تو سمجھنا چاہئے کہ مبلغ اسلام نے بچپن میں انکی بزرگی۔ محبت۔ شرافت۔ صداقت۔ خدا پرستی کو مکرر سکرر ہر موقعہ اور ہر زمانہ میں آخر اسقدر کد و سعید کیوں کی؟ اگر محض دنیاوی محبت کا یہ تقاضہ ہوتا تو کچھہ دولت اون کے واسطے جمع کردی ہوتی مگر ایسا نہیں کیا جس سے ظاہر ہے کہ حسب منشاء خداوندی قوم کو آپ سے رجوع رہنے کے لئے بار بار اس لئے ہدایت فرمائی کہ علم نبوت سے معلوم تھا کہ اسلام کو زندہ کرنے اور اوس کے وجود مستحکم بنانے میں حضرت امام حسین ہی کا عظیم اور کامیاب سعی کرنے والے تھے اور کون ہے جو اوس سعی اور اوسکی عظمت و کامیابی سے انکار کرسکے؟ آپکی آخری زندگی کے دس دن کے اندر جو قیمتی درس دنیا کو دیا گیا اوسکی مثال صفحات تاریخ میں عنقا ہے انسان بننے کیلئے ہر سبق جو آپکے ہر فعل سے ظاہر ہوتا ہے جواہر بے بہا ہے۔ اگر انسان اون پر غور اور عمل کرنے کی تھوڑی بھی سعی کرے تو وہ خدا کا سچا بندہ اور رسول کریم کا وفادار پیرو ہو سکتا ہے۔ انسانی کمزوریاں دفع ہوجائیں اور دنیا کے لئے نمونہ قرار پاجائے

معرکۂ کربلا کا ہیرو

(نوشتہ جناب اعجازؔ - میرٹھ کالج)

واقعہ کربلا کو اگر بنظر امعان مطالعہ کریں تو ہم کو اور مسلمانان عالم کو اس سے ہزاروں سینکڑوں اخلاقی اور روحانی اسباق و نمونے ملتے ہیں۔ حسینؑ ہی کی بزرگ اور قابل قدر ہستی تھی جس نے اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھالا۔ ورنہ آج نہ یہ اسلام ہوتا اور نہ یہ مسلمان نظر آتے بلکہ فسق و فجور۔ زنا۔ نش ماکی محفلیں آراستہ ہوتیں۔ اور کوئی اتنا بھی نہ ہوتا جو کلمۂ توحید پڑھتا۔ حسین کے طفیل سے سرزمین عرب میں آج پانچ وقت صدائے توحید ہواؤں میں گونجتی ہے۔ حسینؑ نے اسلام کی خاطر اسقدر زبردست بیش اور عدیم النظیر قربانیاں کی ہیں کہ آجتک اسلام اوس پر فخر کرتا ہے۔ نانا کی امت کی خاطر چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے اور پیاسے گلشن اسلام کے لہلہاتے ہوئے پودے قربان اور فدا کر دئیے۔ شیرخوار بچے دشت کربلا میں محض اسلام کی خاطر قتل ہوئے لیکن غضب ہے کہ اب بھی مسلمان باز نہیں آتے اور حسینؑ کی امت کو ستائے جاتے ہیں۔

یا پروردگار! ان مسلمانوں کو جلد بیدار کیجیو۔ یا احکم الحاکمین شہید کربلا کے طفیل میں اور چھوٹے چھوٹے شیرخوار بچوں کے تصدق میں منتشر شیرازہ کو جلد یکجا اور۔ اس میں اتحاد و اتفاق پیدا کر دے۔ یارب العزت انکو اسوۂ حسینی پر چلنے کی توفیق نیک عطا فرما۔ محض رونے پیٹنے۔ گریہ و زاری۔ سینہ کوبی اشک ریزی زیادہ کارآمد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اپنے اعمال اچھے کیجئے۔ اور آخر میں حقیر راقم کی دعا ہے کہ مظلوم حسینؑ شہید حسینؑ۔ بیکس حسینؑ۔ غریب و لاچار حسینؑ۔ بے یار و مددگار حسینؑ کے طفیل سے سب مسلمانوں کو توفیق نیک دے۔ اور ہمارے اندر اعمال صالح کرنے کی صلاحیت عطا کر۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

روح اسلام

شہادت امام حسین علیہ السلام پر چند محققین یورپ کی رائیں

جاں نثاروں نے ترے کر دیئے جنگل آباد
خاک اڑتی تھی شہیدان وفا سے پہلے

اس دنیا میں جو خوشی اور رنج کا گھر ہے جہاں کی ہر چیز بدلتی رہتی ہے۔ آج سے تیرہ سو برس پہلے عجب سانحہ روح فرسا رونما ہوا یعنے نبی آخر زماں کے نواسہ حسینؑ کو تین دن کا بھوکا پیاسا مع ان کے اکثر احبا و رشتہ داروں کے کربلا کی جلتی زمین پر دس محرم کو یزید کے لشکر نے بے گناہ قتل کر دیا۔ صرف حسینؑ کو ہی ذبح نہیں کیا گیا بلکہ ان کے حرم محترم کو ان کے بعد سخت ترین مصائب میں مبتلا کیا گیا حسین مظلوم پر اہل یورپ کی جو اپنی مطبوعہ خیالی اور عقل پرستی کے سبب سنگدل ہو گئے ہیں۔ آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ ذیل میں صرف چند کے اقوال نمونتاً حسینؑ کی مظلومیت و بہادری پر تحریر کئے جاتے ہیں اور بعض کی رائیں جو تعزیہ داری و مجالس کی بابت ہیں تحریر کی جاتی ہیں جن میں انہوں نے بتایا ہے کہ :-

یہ چیزیں کس طرح تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہیں اور اوسکی بدولت کس طرح آج دنیا میں حسینی عزادار نظر آرہے ہیں اور بڑھتے رہیں گے۔

(۱) ڈاکٹر میو ہلیس جو جرمنی کا رہنے والا ہے اپنے "رسالہ سیاست اسلامیہ" میں شہادت امام حسینؑ پر رائے زنی کرتے ہوئے ایک جگہ اسطرح لکھتا ہے۔ "حضرت یحییٰ کا قصہ تاریخی بڑے بڑے واقعات میں سے ایک بڑا واقعہ ہے۔ اور اسیطرح جو سلوک یہود نے حضرت مسیح سے کیا اس زمانہ تک اسکی نظیر واقع ہوئی تھی مگر حسین کے واقعہ نے تمام وقائع پر فوقیت پیدا کر لی" "جو مصیبتیں کہ حسینؑ نے اپنے نانا کے دین کے زندہ کرنے میں برداشت کیں۔ گذشتہ ارباب ادیان پر فوق رکھتی ہیں اور سابقین میں سے کسی پر واقع نہیں ہوئیں" - مسیح کے مصائب حسینؑ کے مصائب کے مقابلے میں اس قدر موثر اور گداز نہیں ہیں راقم کے نزدیک قانون محمدؐ کی حفاظت اور مسلمانوں کی ترقی یہ سب حسینؑ کے قتل ہو جانے سے ہے"۔

یا حسین تمام روحانیین میں زیادہ تر حضرت مسیح سے مشابہ ہیں مگر ان کے مصائب شدید تر اور سخت تر تھے"!

پھر تعزیہ داری کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کرتا ہے "اگر دو قرن تک مسلمانوں میں اسی طرح تعزیہ داری جاری رہے اور تمام مقامات میں عمومیت حاصل ہو تو مسلمانوں میں تازہ طور پر پولیٹیکل زندگی پیدا ہو جائیگی۔ اگر مسلمان مذہب کو نظر انداز کرکے اور مذہب کو پس پشت ڈال کر قومیت کے نام سے ترقی کرنا چاہیں تو بجائے فائدہ نقصان اٹھائینگے۔ اسلئے کہ پانچ حصہ مسلمانوں کا دوسری قوموں کے فشار میں ہے اور دیگر مذاہب میں مضمحل ہو رہے ہیں اور وہ اگر قومیت کے نام سے ترقی چاہیں گے تو پانچ حصہ انکی سیاسی زندگی سے محروم رہیں گے۔ ہاں وہ اگر اسلام کے اسم جامع کے ذریعہ سے ترقی کرنا چاہیں گے تو جمیع افراد اہل اسلام میں پولیٹیکل روح نمودار ہو جائیگی اور روحانی سلسلہ و رابطہ کے ذریعہ وہ تمام ملل اسلامیہ جو دوسری قوموں کے فشار میں ہیں اضمحلال سے محفوظ رہینگی اور روحانی مادے جو آج مسلمانوں میں رائج ہیں انمیں سے حسین علیہ السلام کی تعزیہ داری کے سوا کوئی چیز بھی پولیٹیکل احساس مسلمانوں میں پیدا نہیں کر سکتی!!

مجالس کی بابت ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ "ذرا غور سے دیکھنا چاہئے ان مجالس کو جو حسین کی عزاداری میں منعقد ہوتی ہیں کہ کیسے کیسے دقیق اور حیات بخش نکتے ایک دوسرے کے کان تک پہنچاتے ہیں اور باطنی تعلیم دیتے ہیں اور جب تک وہ اس عمل کو اپنا ملکہ قرار دیتے رہینگے" اور زیر دستی قبول نہ کرینگے

دوسری جگہ یہی مورخ اور فلسفی یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ "حسین ع کی عزاداری کو ہندوستان میں پورے طور پر اور آزادانہ سے شائع ہو گئے۔ سو برس سے زیادہ نہیں گزرے اس تھوڑے عرصہ میں ملک ہند کے اس سرے سے اوس سرے تک عزاداری پھیل گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر روز ترقی پر ہے۔ ہمارے بعض مورخین اس رسم عزاداری کی کیفیت سے ناواقفیت کی حالت میں بے خبری کے طعنہ آمیز کلام کر گئے ہیں اور پیروان حسین ع کی ماتم داری کی وضع کو بلفظ مجنونانہ لکھ گئے ہیں اور وہ بالکل غفلت میں ہوئے ہیں اور نہیں سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ نے اسلام میں کیا تغیر و تبدیل پیدا کر دیا۔

جو شخص ماتم داران حسین ع کی صد سالہ ترقیوں کو ہندوستان میں غور کرے جنہوں نے عزاداری کو اپنا شعار قرار دیا ہے وہ ضرور تصدیق کریگا کہ ترقی کے بہت بڑے ملکہ کی وہ پیروی کر رہے ہیں۔ سو برس پہلے علی اور حسین ع کے پیرو ہندوستان میں انگلیوں پر گنے جانے کے قابل تھے اور آج ہندوستان میں بحیثیت عددی تیسری قوم قرار پا گئے ہیں اور یہ حال اون کا دیگر بلاد میں بھی ہے"

(۲) ایک مشہور انگریز مورخ مسٹر جیمس کارکرن کتاب تاریخ چین میں امام حسین علیہ السلام کی شجاعت کے متعلق یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ "دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گذرے ہیں کہ جن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں چنانچہ اوّل درجہ میں حسینؑ ابن علیؑ کا مرتبہ بہادری میں ہے کیونکہ میدان کربلا میں ریت پر تشنگی و گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو اسکے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں کس کے قلم میں طاقت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا حال لکھے کس کی زبان میں فصاحت و بلاغت ہے کہ ان بہتر بزرگواروں کی ثابت قدمی اور تہور و شجاعت اور بیس ہزار خونخوار شامی کا جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہو جانے کے باب میں مدح جیسا کہ چاہئے کرسکے۔ کس کی نازک خیالی کی یہ رسائی ہے کہ ان لوگوں کے حال کو تصور کرے کہ کیا اُن پر گذرا۔ اُسی وقت سے جب عمر سعد نے دس ہزار سوار سے اُن کو گھیر لیا اُس وقت تک کہ جب شمر ملعون نے سر (امام حسینؑ) کاٹ لیا۔ کیونکہ ایک کی دو دو مثل مشہور ہے اور مبالغہ کی حد بھی ہے جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ لیکن حسینؑ کو اور بہترؑ تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا اور اُس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چاروں طرف تو دس ہزار فوج یزید کی تھی اُن کے تیروں اور نیزوں کی بوچھار مثل آندھی کے آتی تھی اور پانچواں دشمن عرب کی دھوپ تھی جس کی مثال کسی جگہ زیر فلک نہیں ملتی اور یہی کہنا ہوتا ہے کہ عرب کی دھوپ کے مانند عرب کی ہی دھوپ ہے۔ چھٹا دشمن وہ ریگ کا میدان تھا جو آفتاب کی تمازت میں شعلہ زن اور تنور کی خاکستر سے زیادہ پرسوز تھا بلکہ اُسکو دریائے قہر کہنا چاہئے جسکے بلبلے بی بی فاطمہ کے آبلے تھے اور دو دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس کی مثل دغاباز ہمراہی کے جس کے برابر عدو نہیں ساتھ تھے اور تشنگی میں زبان سوکھ کر جب پھٹ جاتی تھی تب ہی اُن دو کی خواہش مٹتی تھی۔ پس جنھوں نے ایسے معرکہ میں ہزارہا کافروں کا مقابلہ کیا ہو اُن پر خاتمہ بہادری کا ہوگیا۔"

۳۔ مسٹر گبن نے جو ایک مشہور مورخ ہیں اپنی تاریخ گبنز رومن امپائر کی جلد ۹ صفحہ ۳۴۶ پر امام مظلومؑ کی بابتہ اس طرح لکھا ہے۔ "جناب امام حسین علیہ السلام کا پُر درد واقعہ ایک دور دراز ملک اور دور دراز زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بیرحم سنگدلوں کو بھی ہلا دیتا ہے اگرچہ کوئی کتنا ہی سخت دل کیوں نہ ہو مگر حسینؑ کا نام سنتے ہی اس کے دل میں ہمدردی کا ایک جوش پیدا ہو جاتا

۴۔ جیمس آرنولڈ لکھتے ہیں: "ایسے واقعات غم انگیز تاریخ عالم میں کمتر نظر آتے ہیں جو مصائب و شدائد معرکۂ کربلا میں نواسۂ نبیؐ برگزیدہ زبان زد خلائق ہیں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اس واقعۂ ہنگامہ خیز نے اسلام کو تہ و بالا کر ڈالا۔"

۵۔ ایک اور یورپین مسٹر جان ڈونگن نے امام مظلوم کا چار سو شعر کا ایک مرثیہ کہا ہے جو بہت ہی دردناک ہے جس میں انہوں نے امام کی نسبت آخری رائے اس طرح دی ہے "وہ شخص امام حسین علیہ السلام دین دار، خدا پرست، فروتن، خلیق اور بے مثل بہادر تھا۔ وہ سلطنت و حکومت کے واسطے نہیں لڑتا تھا۔ بلکہ خدا پرستی کے جوش میں ایسا کرتا تھا۔ وہ یزید سے اسواسطے بیزار تھا کہ یزید کے افعال اسلام اور دین احمدی کے خلاف تھے۔"

۶۔ ایک فرانسیسی ڈاکٹر مسٹر جوزف نے اپنی کتاب "اسلام و اسلامیہ" میں .... ماتم داری حسینؑ کے اثرات کی بابت اس طرح لکھا ہے:۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ فرقہ (شیعہ) اتنا ظاہر نہ تھا۔ اس گروہ کی قلت کے سبب دو ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ ریاست و حکومت جو فی نفسہٖ کسی مذہب کے پیروؤں کی ترقی کا باعث ہو سکتی ہے دوسرے فرقہ کے ہاتھ میں تھی۔ دوئم اس گروہ کا قتل و غارت جو ہر موقع پر میدان میں ہوتا رہا ہے یہی باعث تھا کہ قرن دوم اسلام کے شروع میں شیعوں کے ایک امام نے اپنے تابعین کے جان و مال بچانے کی غرض سے تقیہ کا حکم دیا۔ تقیہ نے اس فرقہ کو قوی پناہ دیا چونکہ شیعہ ظاہر نہ تھے ان کے مخالف قتل و غارت کا موقعہ نہ پاتے تھے اور یہ لوگ (شیعہ) خفیہ مجلس ماتم بپا کر کے مصائب حسینؑ پر روتے تھے۔ یہ اثر دلوں میں ایسا راسخ ہوا کہ کچھ عرصہ نہ گذرا کہ اس گروہ نے بلندی حاصل کر کے ترقی کی۔ کتنے ہی وزیر بادشاہ اور خلیفہ اس مذہب کے بعض تقیہ میں اور بعض علانیہ معتقد ہو گئے۔ امیر تیمور گورگان کے بعد کے زمانہ سے جبکہ سلطنت ایران رفتہ رفتہ خاندان صفویہ میں آ گئی۔ فرقہ شیعہ کا مرکز ایران قرار پایا۔ بموجب اس اندازہ کے جو بعض فرانس کے سیاحوں نے کیا ہے چھ سات مسلمانوں میں ایک شیعہ ہوتا ہے۔ اس ترقی سے جو اس فرقہ نے بغیر کسی ظلم کے تھوڑے عرصہ میں کی ہے کہہ سکتے ہیں کہ ایک دو قرن میں مسلمانوں کے تمام فرقوں سے شمار میں بڑھ جائیں گے۔ اور یہی تعزیہ داری ہے جس نے اس فرقہ کے ہر فرد کو اپنے مذہب کا مشنری (مذہب پھیلانے والا داعی) تیار کیا ہے۔ آج روئے زمین پر کوئی ایسا مقام نہیں ہے۔ جہاں دو شیعہ ہوں۔ اور امام کی عزاداری نہ کریں۔ میں نے بندرگاہ مارسیل میں ایک عرب شیعہ محمد یمنی کو دیکھا کہ ہوٹل میں تن تنہا مجلس عزا قائم کی اور کتاب لئے ہوئے کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا ہے بعد ازاں جو شربت و طعام اس نے مجلس کیلئے تیار کیا تھا فقراء کو تقسیم کیا۔ یہ لوگ اس راہ میں مال و دولت دو طرح خرچ کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ہر سال اپنے مال میں سے مقدور کے موافق اس راہ میں اٹھاتے ہیں اور یہ رقم ہر سال لاکھوں فرینک (فرانسیسی سکہ) سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ سینکڑوں اوقاف ہیں جو اس فرقہ نے

مجالس و ماتم بپا کرنے کے لئے مخصوص کر دتے ہیں اور یہ مقدار بہت ہی زیادہ ہے کہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے تمام فرقے ملاکر بھی اس فرقے کے برابر اپنے مذہب کی راہ میں مالی منافع ہیں خرچ کرتے۔ اور اس فرقے کے وقفیات تمام فرقوں کے وقفیات سے سبقت لے گئے اور بڑھ گئے ہیں اس فرقے سے ہر ایک بلا استثنیٰ اپنے مذہب کا مشنری (داعی) ہے اور یہ نکتہ تمام مسلمانوں پر پوشیدہ ہے۔ یہانتک کہ شیعوں کو بھی اس عمل سے اُس فائدہ کا، جو انکو پہونچتا ہے) خیال نہیں انکی نیت ثواب عاقبت ہے چونکہ لا بدی ہے کہ ہر عمل اس عالم میں اپنا اثر بالطبع بخشے یہ فعل بھی شیعوں کو اپنے پھل دیتا ہے۔" مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ امام مظلوم کی مظلومیت پر غیر ذی میں کس طرح خون بھرے آنسو بہاتے ہیں تعزیہ داری مجالس کی بابت انکے کیا خیالات ہیں۔ انھیں بعض نے تو ان باتوں پر رشک کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر یہ سلسلہ قائم رہا تو بہت جلد شیعہ قوم دنیا میں سب سے زیادہ بڑھ جائیگی۔ مجالس کے فوائد پر نظر کرتے ہوئے ڈاکٹر جوزف نے آگے جا کر لکھا ہے کہ "ان مجالس میں علمی اعلیٰ درجہ کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ اسلئے اس فرقہ کا ان پڑھ سے ان پڑھ بھی دوسرے فرقوں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بھی ضروریات کو زیادہ جانتا ہے اور یہ لوگ تمام مسلمانوں سے زیادہ معاش حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ آج روئے زمین پر جس طرف نظر ڈالئے خواہ بہ حیثیت لیاقت شائستہ شائستہ معرفت علم و ثروت میں فرقۂ شیعہ ہی نظر آئینگے۔" پھر لکھتا ہے کہ "آج اس فرقے نے مراسم مذہبی ادا کرنے میں ایسی ترقی کی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے خیالات کا پیرو بنا دیا ہے بہت سے ہندو اور پارسی اور اور مذہب والے بھی انکے شریک ہوگئے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک قرن گزرنے کے بعد جبکہ یہ خیالات وراثتاً ان لوگوں کی اولاد میں منتقل ہونگے تو وہ بھی مان لینگی یا مذہب کی تصدیق کرینگے چونکہ فرقۂ شیعہ اپنے تمام مطالب کو اپنے مذہب کے بزرگوں سے متعلق جانتا ہے اور اپنی مشکلوں اور حاجتوں اُن سے مدد طلب کرتے ہیں دوسرے فرقے بھی جو انکے اعتقاد و اعمال میں شریک ہوتے ہیں بہت سے انکی پیروی کرتے ہیں اور جوں ہی کہ اپنی آرزو و مراد پاتے ہیں انکا عقیدہ خود بخود زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ ان قرائن و اسباب سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ تھوڑا عرصہ نہیں گذریگا یہ فرقہ از روئے شمار تمام عالم اسلامی کے تمام فرقوں سے بڑھ جائیگا۔" مختصر یہ ہے کہ مجالس عزا اور تعزیہ داری سے جو فوائد اسلام کو پہونچے اور جن کا ہم خیال بھی نہیں کرتے غیر اقوام کو مجبور کرتی ہے کہ اُن چیزوں کو دہشت کی نگاہ سے دیکھیں۔ بعض یورپین کہہ گئے ہیں کہ اگر عیسائی بھی اسی طرح (مجالس کے ذریعے سے) اپنے مذہب کی اشاعت کرتے تو آج تمام دنیا میں سوائے عیسائیوں کے اور کسی دوسری قوم کا نام بھی نہ ہوتا لیکن افسوس کہ آج ہمارے بعض برادران ایمانی ان ہی باتوں کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں جو نہ صرف شیعوں بلکہ تمام اسلام کے لئے مفید ہیں۔ اگر اب بھی تمام مسلمانان عالم اپنے رسولؐ کے نواسہ کی مجالس عزا و تعزیہ داری کو اسیطرح اپنے اوپر واجب کرلیں جسطرح آج شیعہ کئے ہوئے ہیں تو انشاء اللہ وہ بہت جلد دیکھیں گے کہ بغیر زیادہ تکالیف برداشت کئے ہوئے اسلام قرن ثانی کی رفتار پر ترقی کرے اور یورپین فاضلوں کے قول کے مطابق روئے زمین پر سوا اسلام کے کوئی دوسرا...

ایثار فاطمہؑ

سنتے ہیں جو بیمار ہوئے شبّر و شبیرؑ   تھا فرط نقاہت سے بنے ضعف کی تصویر
تکلیف علالت سے جو حالت ہوئی تغییر   گھبرائی ہوئی پھرتی تھی کیا یاور دلگیر
کہتی تھی کہ بیماروں کو بستر سے اٹھا دے
اے شافی مطلق مرے بچوں کو شفا دے

میں کوئی تمنا کوئی حسرت نہیں رکھتی   دنیا کے زر و مال سے رغبت نہیں رکھتی
نادار ہوں سرمایۂ دولت نہیں رکھتی   کچھ ان کے سوا اور بضاعت نہیں رکھتی
تا حشر ترے شکر کے سجدے میں رہونگی
صدقہ بھی اتاروں گی میں روزے بھی رکھونگی

فاقوں میں رہی ان کے لئے آسیا گرداں   موتی کی طرح ہاتھ کے چھالے ہیں درخشاں
دل کو کبھی ہونے نہ دیا نظروں سے پنہاں   راتوں کو گئی نیند رہی مضطر و گریاں
میری تو کوئی رات نہ راحت سے کٹی ہے
اک ایک گھڑی سخت مصیبت سے کٹی ہے

زہرا کی دعا تھی کہ سراپا اجابت   سبطین رسول عربیؐ کو ہوئی صحت
باقی نہ رہا کچھ اثر ضعف و علالت   طاقت جو ہوئی آ گئی چہروں پہ بشاشت
گھر بھر میں مسرت تھی شہ عقدہ کشا کے
سجدے یہ کئے سجدے ادا شکر خدا کے

سبطین رسول عربی بیبیؑ و زہرا   کس شوق سے گھر بھر نے رکھا تھا کل روزہ
جب شام ہوئی وقت جب افطار کا آیا   کچھ نان جویں بہر تناول بھی مہیا
مسکین نے صدا دی مجھے کچھ راہ خدا دے
اے فاطمہؑ ٹکڑا کوئی روٹی کا کھلا دے

کیا رحم تھا دل میں گئیں آنکھیں بھی ہوئیں تر   بیتاب سے مضطر سے ہوئے آل پیمبرؐ
دی سیدہ نے اپنی غذا جلد سے اٹھ کر   لیکن نہ شفی ہوئی بھوکے کو ذرہ بھر

شبّر نے بھی شبیر نے بھی اپنی غذا دی
حیدر نے بھی روٹی اسی بھوکے کو کھلا دی

کچھ ہو رہا تھا کھانے کو نہ سامان سحر تھا   پھر اٹھ کے دم صبح رکھا دوسرا روزا
چہروں پہ اداسی تھی نہ تکلیف نہ ایذا   کیا شوق عبادت تھا زہے ہمت والا
پھر شام ہوئی ساعت افطار پھر آئی
کانوں میں یہ آواز دل افگار پھر آئی

اے سیدۂ پاک یتیم آیا ہے در پر   بھوکا ہے کہ دانا نہیں دو دن سے میسر
جب چاہو تو تری شان کریمی کا ہے در در   کچھ آج کھلا دے مجھے اے بنت پیمبر
محروم در پاک سے کب کوئی پھرا ہے
تو نور نگاہ شہ لولاک لما ہے

سن کر یہ صدا فاطمۂ زہرا ہوئیں مضطر   کچھ روٹیاں افطار کو رکھی تھیں اٹھا کر
دے ڈالا اسے اپنی غذا تھی جو مقرر   لیکن نہ ہوا سیر یتیم در حیدر
پھر اپنی غذا شبر و شبیر نے دے دی
باقی تھی جو کچھ حیدر دلگیر نے دے دی

یہ فاقہ کشی رات کی یہ صبح کا روزا   روزے سے سوا ایک تھا لیکن رات کا فاقہ
اللہ رے ایثار دل حیدر و زہرا   مخلوق میں خالق کی تجلی کا ہے نقشا
چہروں سے نمایاں تھا عجب نور کا عالم
موسیٰ نے بھی دیکھا تھا نہ یہ طور کا عالم

تھی تیسرے دن تیسرے روزے کی یہ حالت   باقی نہ رہی بیٹھنے اٹھنے کی بھی طاقت
جب شام ہوئی آئی عجب افطار کی نوبت   کچھ روٹیاں تھیں آسیا گردانی کی اجرت
تھے قصد کہ افطار کریں پیاس بجھائیں
بچوں کو بھی دیں حیدر و صفدر کو کھلائیں

ناگاہ یہ چوکھٹ پہ اسیر آ کے پکارا   قیدی کو بھی ٹکڑا کوئی روٹی کا سہارا

بھوکا ہوں بہت گرسنگی نے مجھے مارا — زہراؑ کو یہ شکوہ نہ رہا ضبط کا یارا

تکلیف میں تکلیف کے پہلو نکل آئے

دل پر وہ پڑی چوٹ کہ آنسو نکل آئے

روٹی جو اسے دوڑ کے دینے لگی زہراؑ — بچوں نے بھی حیدر نے بھی دیکھا جو یہ فاقہ

بچے کیسے تھے کہ کبھی سیر نہ ہو گا — در آلِ عبا اب نے ہوا پھر وہی فاقہ

ماں تکنے لگی خنجر و شمشیر کی صورت

حیدر کھڑے تکتا ہوا تصویر کی صورت

جبرئیلؑ نے آکے کہا اے رہبر کامل — لو آج ہوئی مرحلۂ صعب کی منزل

وہ رتبہ ہوا عترتِ اطہار کو حاصل — اللہ نے کی سورۂ دہر آپ پہ نازل

کیا عقل بتائے کہ مرتبہ آلِ عبا ہے

مستور لباسِ بشری شانِ خدا ہے

مرسلہ از جناب محمودہ اختر صاحبہ

فلسفۂ شہادت

جناب ماہر القادری صاحب

واقعۂ کربلا، اسلامی تاریخ کا اس قدر اہم واقعہ ہے جس کو نہ کوئی بھول سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے محرم کا مہینہ جیسے چاند سے صورت شکل ہوتی ہے ... زیبائی و تابناکی میں بالکل مختلف نہیں ہوتا، مگر عجیب بات ہے کہ عید کو دیکھ کر طبیعت میں مسرت کا جذبہ اچھل پڑتا ہے، اور محرم کا نظارہ دل میں آتشِ زرد سے جلتی ہوئی کیفیت درد و تک سی کی کسک باقی رہتی ہے۔ آؤ گے ہاتھوں اس غم و مسرت کے راز کو بھی معلوم کرو۔ عید مسرت اس لئے ہوتی ہے کہ کل عید ہے، اچھے کپڑے پہنیں گے، عطر ملیں گے، مزیدار کھانا کھائیں گے، احباب سے ملاقات کریں گے... رنج اس سبب ہوتا ہے کہ کل سے وہ ایام شروع ہو جاتے ہیں جن میں ... کے دن جن، تاجِ خیبر کے لاڈلے بیٹے اور سیدہ کے لختِ جگر پر آلام و مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، پھول کی پتی سے زیادہ نازک بچوں کی زبانیں پیاس سے اینٹھ گئیں، سالارِ قافلہ نے کسی معصوم کو کانپتے ہوئے

ہاتھوں پر رکھ کر پانی کا سوال کیا تو اس کے جواب میں تیر برسائے گئے جنھوں نے سوکھی ہوئی زبان کو پانی
کے بجائے خون سے تر کر دیا،

فوج کا نائب سپہ سالار کمسن بچی کی پیاس بجھانے کے لئے سکینہ کا مشکیزہ لیکر دریا کے کنارے پہونچا
مشک پانی سے بھری۔ دشمنوں کے بھرے ہوئے مشک پر تیروں کا مینہ برسا دیا۔ وفادار جرنیل نے مشک کو بہت کچھ
بچایا، مگر جب مشکیزہ میں چھید ہو گیا تو قطرہ قطرہ حفاظت نہ ہو سکی، آخر ایک تیر نے مشک کا دہانہ [illegible] پانی بہا دیا، ادھر
پانی سے مشک خالی ہوئی، اُدھر سقہ بے چارہ گھوڑے سے زمین پر گر گیا، اور خاک و خون میں تڑپ کر جان دیدی، مگر اس وقت
جبکہ نزع کا عالم طاری تھا، رگیں سکڑ رہی تھیں تیروں سے جسم چھیدا ہوا تھا آنکھوں تلے اندھیرا آگیا تھا، وفادار کمانڈر
کی زبان پر "ہائے سکینہ کی پیاس" تھا۔ سکینہ منتظر کھڑی تھی کہ چچا پانی لے کر آئیں گے وہ بے تابی کے ساتھ قنات کی
آڑ سے دریا کی جانب نگاہ دوڑا رہی تھی۔ ابھی وہ انتظار ہی کر رہی تھی کہ خیمہ اہلحرم میں شور بپا ہو گیا حضرت حسینؑ کمر تھامے
ہوئے داخل ہوئے، معصوم ایک ایک کا منہ تکنے لگی، فضہؓ سے ضبط نہ ہو سکا چیخ مار کر بولی۔ پیاری سکینہؑ تمہارا
سقۂ فرات کے کنارے مارا گیا" اسکو سنکر سکینہؑ پر کیا گذری اس کا اندازہ ہم اور آپ کیا کر سکتے ہیں۔

بھانجے بھتیجے شہید ہوئے۔ عونؓ و محمدؓ کی ایک ساتھ لاشیں آئیں۔ ماموں کو خود بھی بے اندازہ رنج تھا۔ مگر بہن کے غم کے تصور سے نڈھال
ہوئے جاتے تھے لیکن وفادار بہن نے سوگوار خواتین سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "بیبیو! علی اکبرؑ کیلئے دعائیں کرو" بہن کے اس جملہ نے بھائی
کے نازک دل پر نشتر کا کام کیا، شبیہ رسولؐ ماں [illegible] وہ بخوشی اکبرؑ باپ [illegible] اجازت [illegible]ن کو سدھارا ستمگاروں کے خون
گلی اندام شہزادے پر حملہ بول دیا، ہزاروں تیر اور سینکڑوں برچھیاں ایک تن نازنین کی طرف بڑھیں، پھول سا
جسم زخموں سے چور تڑپ رہا ہے۔ جلتی ہوئی ریت سے بیٹے کا سر اٹھا کر زانو پر رکھ لیا بیٹے نے آنکھیں کھول دیں، باپ کے زانو پر سر کو دیکھکر
مسکرانا چاہا۔ مگر باپ کی تنہائی کے خیال نے ہونٹوں کو آتا ہوا تبسم نہ ہونے دیا، کبھی بار بار باپ کے چہرہ کا نظارہ کیا، اور آخر [illegible]
ہچکیاں لے کر دم توڑ دیا۔ باپ نے بیٹے کی لاش کاندھے پر رکھی۔ کڑیل جوان کی لاش [illegible] خیمہ میں [illegible]
لئے ہوئے آئے، عورتیں پکاریں بانو کا لال مارا گیا۔۔۔ اب وہ بھی چلے جن کا [illegible]
[illegible] سجدہ کو طویل کر دیا تھا جنکے ہونٹوں کو چوما تھا۔ علیؑ کا لاڈلہ چلا۔ فاطمہؑ کے جگر کا ٹکڑا روانہ ہوا۔ محمدؐ کا نور نظر [illegible]
شہربانو کو ملول دیکھکر جانے والے نے کہا تم کیوں افسردہ ہوتی ہو میرے بعد تم گرفتار ہو گی مگر گرفتاری تمہارے لئے نیا واقعہ
نہیں ہے، ایکبار تم اور بھی گرفتار ہو چکی ہو، ہاں زینبؑ کے لئے یہ مصیبت بالکل نئی ہے، شہربانوؑ نے کہا آپکا ارشاد درست ہے۔ مگر
اس وقت جب میں گرفتار ہوئی تھی تو لوگوں نے کہا تھا نوشیرواں کی پوتی گرفتار ہو گئی، اب دیکھنے والے کہیں گے محمدؐ کی بہو قید ہو کر جا رہی ہے
[illegible] تباہ کن جملہ کے سننے کی تاب لا سکونگی۔ دلدل کو آواز دی [illegible] خیمہ میں [illegible] یاد کرتا [illegible]

چھکے چھڑا دیے۔ اشقیا پر کو حنیمہ پامال کرتے کرتے ہاتھ تھک گئے، فوج کی ابتری دیکھ کر یزیدی فوج کے کمانڈر نے تازہ دم دستہ بھیجا تیروں کی بوچھار ہوئی نیزوں کی نوکوں پر اس مبارک جسم کو اٹھا لیا جو نبیؐ کے کاندھوں پر سوار ہوا تھا آخر امام زمین پر آ رہے سجدہ میں سر رکھ دیا اور اسی حالت میں شمر لعین نے خنجر کے رگڑوں سے سر اقدس جدا کر دیا۔

یہ خونیں ہنگامہ زہرہ گداز واقعہ اور الم انگیز سانحہ اپنے اندر عبرت اور موعظت کے لئے بے شمار خزانے رکھتا ہے۔ اس عظیم الشان قربانی کی یادگار تمام عالم اسلام کو منانا چاہیے

شہادت حسینؑ آپ سے یہ چاہتی ہے کہ آپ بھی جبر و استبداد کی قوت کا مقابلہ کریں۔ اپنی کمزوری و بے بسی کا حیلہ تراشے بغیر باطل قوت سے ٹکرا جائیں تو حق کی مخالف اور باطل کی دعویدار ہو۔ نہ ظاہری اسباب اور مجازی وسائل کو دیکھ کر دل تھوڑا نہ کریں۔ کیونکہ اعلان حق کبھی اسباب و وسائل کا محتاج نہیں ہوتا۔ حکومت مال و زر کا لالچ و جان کا خوف ہو یا بچوں کی پریشانی کا خیال حق کی راہ میں اگر رکاوٹ پیدا کریں تو ان کو عزم حق پرستی کے گرز سے پاش پاش کر دیا جائے۔ چاہے سینہ سے گرم گرم خون ٹپک رہا ہو ہر طرف سے یورش ہو رہی ہو۔ باطل پرستوں کی تلواریں سر پر چمک رہی ہوں ایسی حالت میں بھی زبان اعلان حق کر رہی ہو۔ کربلا کا واقعہ اسی قربانی کا مطالعہ کرتا ہے اور شہادت حسینؑ کا فلسفہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس نے کلمہ حق کی

بلندی اور صداقت کی فتح کے لئے خون کی آخری بوند کو قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

ہندوستان کے قائد اعظم اور بیت قدس کے آغوش میں انبیاء کرام کے پہلو بہلو آرام کرنے والے (محمد علی) نے اس حقیقت کو کس مزے سے بیان کیا ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسلام کا شہید اعظم

(از جناب بیگم صاحبہ شاہ نواز لاہور (انڈین ڈیلی گیٹ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس)

اسلام کے سب سے بڑے شہید سے انکی شریک زندگی نے کہا کہ خدا کے لئے میرے بچے کی پیاس بجھانے کا کوئی سامان کیجئے میں اسے دودھ کے ایک قطرے سے بھی سیراب نہیں کر سکتی اور وہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ وہ جس نے قاتلوں کے خنجر و شمشیر سے اپنی مختصر جماعت اعزا کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا تھا اس سوال کا جواب کیا دے سکتا تھا، آخر کار اس نے کہا کہ بچے کو مجھے دیدو میں اسے فوج اعدا میں لیجاؤں گا ممکن ہے کہ ایک معصوم بچے کو اس مصیبت میں دیکھکر دشمنوں کو ترس آ سے اور ان کے دل ملائم ہو جائیں۔

آپ خیمہ سے برآمد ہوئے اور حضرت علی اصغر کو گود میں لئے ہوئے ہزارہا اعدا کے سامنے تشریف لائے معصوم بچے کے لئے سوال آپ کا جواب تیروں سے دیا گیا ایک تیر اصغر معصوم کی ننھی سی گردن میں لگا اور یہ بچہ آخری سانس لیکر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ حضرت قاسمؑ امام حسینؑ کے عزیز بھتیجے اور امام حسنؑ کے فرزند امام حسینؑ کے سامنے آئے اور اذن جہاد چاہا، امام کا دل خون ہو رہا تھا مگر آپ رضا جہاد کو روک نہ سکے، بڑے باپ کا یہ قابل بیٹا میدان جنگ کو عازم ہوا اور اس نے صداقت کے لئے بالآخر اپنی جان دیدی۔

آہ کربلا کا غمناک افسانہ اس قسم کے افسوسناک واقعات سے پر ہے۔ ایک مسلمان بھی ایسا نہیں ہے جو ان شہید اعظم اور ان کے خاندان سے ہمدردی نہ رکھتا ہو۔

امام حسینؑ اسلامی اصول، صداقت، سچائی، خلوص، سادگی، جمہوری اسپرٹ اور انفرادی حقوق کے تحفظ کیلئے جو اسلامی تعلیمات کی روح ہیں زندہ رہے اور اسی لئے اپنی جان دی۔ ان کی شہادت نے پھر ایک

اور سب کی آنکھیں کھول دیں۔ اور جیسا کہ بالکل صحیح طور پر کہا گیا ہے کہ شہدا کا خون کبھی ضائع نہیں ہوتا لوگوں نے اپنی شدید غلطی کا احساس کیا اور اس احساس کے بعد انکی طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ وہ اپنے کو اس جرم سے بری ثابت کر سکیں۔

امام حسین کی زندگی دنیا کی تاریخ میں بے مثل و بے مثال رہی آپ نے صداقت کی راہ میں ایک عظیم الشان قربانی پیش کی۔ ہم مسلمان اس سے سبق لینا چاہیں تو یہ قربانی ہم کو بہت سبق دیتی ہے اور ہم اس کے مطابق عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ صرف اپنے اصول کے لئے زندہ رہو۔ صداقت کی راہ سے علیحدگی نہ اختیار کرو۔ اس امر میں کہ تم اپنے دل و دماغ کی ہدایت کے بموجب کام کرو۔ کوئی بھی تمہارا مزاحم ہو سکے اور اسکے لئے تیار رہو کہ ادائے فرائض میں تم ہر ایک چیز کی قربانی پیش کر سکو۔ صداقت کی راہ میں اپنی زندگی کو اور وہ بھی خوشی کیساتھ پیش کرنے سے کبھی دریغ نہ کرو۔ یہ سبق صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں۔ شہادت حسینؑ نے یہ سبق تمام دنیا کو دیا ہے اور اس سبق سے تمام دنیا فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

سلام

دن شہادت کا نہیں اے محرمی محشر سے کم — آج تسکیں کی توقع ہے دل مضطر سے کم

سن میں گو کم ہیں مگر ہیں ہر بشارت میں شریک — کیوں کہوں اعزاز میں شبیرؑ کو شبرؑ سے کم

کس سے پوچھوں آہ دل مضطر کہیگا مجھ کو کون — آدمی کتنے ہوئے شبیرؑ کے لشکر سے کم

مٹ سکے عشق علیؑ افسوں گروں سے کسطرح — ہو نہیں سکتا یہ حب ان کے کسی منتر سے کم

جس میں پیغام خدا روح الامیںؑ لاتے رہے — ہو بھی سکتی ہے عقیدت میری ایسے گھر سے کم

واقعہ اصغرؑ کا بیحد روح فرسا ہے مگر — تھی محبت کیا شہ کونین کو اکبرؑ سے کم

جو ہوا آیا کٹا احمدؐ نے یہ پوچھا نہیں — روز میں عشرہ ہے تو بڑھکر ہے یا عشرہ سے کم

ابر برسا بھی تو کیا مجھ سے خجل ابر نجیف — برق چمکی بھی تو کیا مولا ترے خنجر سے کم

ہیں شبیہ مصطفےٰ اکبرؑ ہو حیران تو کیا
میں جو اے منظور یوسفؑ کو کہوں اکبرؑ سے کم

(از جناب سید علی منظور حیدرآبادی)

سلام

(از جناب سید ضیاء الدین صاحب عالیؔ)

تیر کھانے کی تھی لالچ گردنِ بے شیر کیا
پیچ تاب اسے حرملہ کے کی تھی تقصیر کیا

عرش سے بادہ کش منبر سے جا کر پوچھیے
مرتبہ رکھتے ہیں جنتیں کربلا شبیر کیا

شاہ سے کہتے ہو بیعت کیجئے فاسق کی آپ
کوفیو تحریر کیا تھی اور ہے تقریر کیا

تختِ شاہی پر یزید اور خاک پر سجاد ہیں
اے فلک آلِ نبیؐ کی ہو گئی توقیر کیا

یہ وہی مٹی ہے لگاتے ہیں فرشتے آنکھ میں
سامنے خاکِ شفا کے ہے گلِ اکسیر کیا

مختلف حربوں کی اک بوچھار تھی شبیر پر
تیر کیا گرزِ گراں کیا خنجر و شمشیر کیا

اپنے ہاتھوں سے سپردِ خاک اصغرؑ کو کیا
اور اس غربت میں کرتے حضرتِ شبیر کیا

آجتک روتے ہیں کیا ان کو جن و ملک
خونِ ناحق نے دکھائی شاہؑ کے تاثیر کیا

یاد کرتے ہیں مدینے والے اکبرؑ کو سبھی
تھی نبیؐ کی ہائے جیتی جاگتی تصویر کیا

فرق نار و نور میں کر لیتے ہیں اہلِ نظر
حُرؑ سے پوشیدہ رہا نورِ رخِ شبیر کیا

عبرت آموزِ جہاں ہے کربلا کا واقعہ
کام آوے چھوٹے بچے تک جو اللہ پر کیا

حق سے جنت مدحتِ شہ کی بدولت مل گئی۔
اپنے گھر بیٹھے یہ عالیؔ پائی ہے جاگیر کیا

حسینؑ منی انا من حسینؑ

ایں چہ ظلم است فلک بر آلِ پیغمبر کنی
سر برہنہ ہر کجا ذریۂ حیدر کنی

حضرت خیر النساء بے یار و بے یاور کنی
بے برادر دل شکستہ زینب مضطر کنی

عابدیں را در غل و در زنجیر ہر کافر کنی
زاں شہ کربلا ابر بسان سازی وطن

اے فلک آل علی و کوفہ و شام خراب — آں شقاوت ہائے بی دینی ز قوم ناصواب
آں اراذل ہائے شام آں لعنت گشتہ کتاب — آں یزید و بار عام و ساز و شطرنج و شراب
در چنیں جائے حسین و دختران بوتراب
دست بستہ ایستادہ در میان مرد و زن

خود بہ تخت زر یزید دون نشستہ آں عنود — گرد او نشستہ بر کرسی نصارا و یہود
از رہ نخوت ہم از بہر گفت و شنود — وز دگر سو حجت حق سید سجاد بود
کہ ستادہ بود گریاں رنگ زرد و لب کبود
با غل و زنجیر از لا و نعم بستہ دہن

داشت سہ سفرہ مقابل آں پلید نسیتین — یک شراب و دیگر شطرنج با صد زیب و زین
در سوم رأس عزیز غازی بدر و حنین — آنکہ در حقش ہمی گفتے رسول عالمین
بارہا ایں کہ حسین منی انا من حسین
زیں مقال الال شو فیاض کوتہ کن سخن

بارالہا حق احمد آں شہنشاہ کبار — ہم بحق مرتضیٰ آں والد ہفت و چہار
ہم بسوز سینۂ صدیقۂ اطہر دلفگار — ہم بسبطین نبی ایدا در لیل و نہار
کز کرم برما ترحم آر در روز شمار
بخش جرم ما گنہ کاراں بجاہ پنجتن

از صدر الشعرا آقا مرزا علی فیاض شیرازی

سلام

(از جنابہ لیلےٰ بیگم لیلیٰ)

کون مومن ہے محرم میں جو دلگیر نہیں — دل وہ کیا دل ہے جو وقف غم شبیر نہیں
تشنہ لب اصغر معصوم ہیں اللہ غنی — کونسا تیر ہے جو اسکے گلو گیر نہیں
یوم عاشورہ تھی سجدہ میں دعائے شبیر — تیر ہیں قربان گوارا مجھے تاخیر نہیں
دشمنوں سے یہ کہا گر کے حسین نے جب — کیا شہنشاہ مدینہ کی یہ تصویر نہیں
خاک درگاہ حسین ابن علی اے لیلیٰ — کون کہتا ہے کہ نعمت نہیں اکسیر نہیں

انبیاء کرام اور فلسفہ

معیار یقین اور حصول یقین کے ذرائع

(از مولانا محمد عثمان فارقلیط دہلوی)

جب انسان روحانی و مادی محسوس اور غیر محسوس چیزوں کی حقیقت دریافت کرنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کے سامنے دو قسم کے چیزیں آتی ہیں۔ پہلی قسم میں وہ اشیاء داخل ہیں جو ہماری ادراک اور محسوسات کی سرحد سے باہر نہیں اور جن کا علم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ حقایق داخل ہیں جو محسوسات کی سرحد سے باہر اور مرتبہ عقلی سے ماوراء ہیں اور جن کا ادراک ہم محض عقل کے زور سے نہیں کر سکتے۔ مثلاً ذات و صفات باری تعالیٰ۔ فرشتوں کا وجود۔ حیات بعد الموت۔ عذاب و ثواب اور تخلیق کائنات کے اسباب و علل وغیرہ یہ تمام حقائق عقل انسانی کی دسترس سے باہر اور ادراک و فہم کی سرحد سے ماوراء ہیں۔ اگر انسان ان اشیاء کی کنہ اور حقیقت تک محض عقل کے زور سے پہونچنا چاہے تو وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوگا کیونکہ اسکی عقل و علت و معلول اور سبب و مسبب کی الجھنوں میں پھنسکر صحیح اور یقینی نتیجہ کا ادراک نہیں کر سکے گی وہ جب کبھی اپنے فہم پر اعتماد کر کے ان امور کی عقدہ کشائی کریگا یقیناً علت و معلول کے سنگ گراں اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں گے اور اس کو قدم قدم پر ٹھوکریں لگیں گی اس کا اقدام اس اندھے کی مانند ہوگا جو محض اندازہ سے کسی راستہ پر قدم رکھدے اور چپ و راست کا تذبذب اسکو لاحق ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اندازہ کوئی یقینی چیز نہیں ہے جس پر کامل بھروسہ کیا جا سکے اور جو اذعان کے کسی درجہ میں جگہ پا سکے۔

امور ماورائے عقل کے لئے ایسے ذرائع اور وسائل کی ضرورت ہے جو یقین و اذعان کی پوری کیفیت اپنے اندر رکھتے ہوں اور ریب و تذبذب اور ظن و تخمین کے لئے ان میں کوئی گنجائش نہ رہے۔ یہ ذرائع جس قدر زیادہ یقینیات پر مبنی ہوں گے۔ اسی قدر نتائج بھی صحت اور اعتماد کے قابل ہونگے جنکو علم و یقین اور عقل و عرفان کی بنیاد قرار دیا جا سکے گا۔ اگر ہمارے پاس امور ماورائے عقل کے ادراک کے لئے یقینی ذرائع موجود نہیں ہیں تو صرف ظن و تخمین

اور اندازے کے سہارے حقیقت تک کسی صورت میں بھی رسائی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ وہ اذعانی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے جس پر یقین کی عمارت تعمیر ہوتی۔ اس لئے باری تعالیٰ نے اٹکل پر بھروسہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔ کیونکہ ان کو ریب، شک اور تذبذب کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے جس کا "ایمان" سے کوئی تعلق نہیں

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ | یہ لوگ تو محض ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن کبھی بھی حق اور یقین کی قائم مقامی نہیں کر سکتا۔

فلاسفہ کا گروہ اسی ظن اور تخمین سے کام لیتا ہے کیونکہ اس کے پاس الٰہیات کے مسائل کی کنہ تک پہنچنے کیلئے صحیح ذرائع موجود نہیں ہیں۔ لے دیکے اسکے پاس صرف عقل ہے جو امور مابعد الطبعیات میں انکی رہبری کرنے سے قاصر ہے گروہ فلاسفہ نے اپنی تمام عمر الٰہیات کے میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑائے اور اپنے تمام اوقات حقائق اشیاء کی تحقیق اور امور مافوق الادراک کی تفتیش میں صرف کئے مگر ظن اور اٹکل سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے بلکہ عقل محض کی رہبری نے انکو ایک ایسے مقام پر لاکر کھڑا کر دیا جہاں ریب، تذبذب اور شک وارتیاب کے سوا کچھ نہیں کیونکہ مشاہدہ اور قیاس میں فرق یہی ہے۔ پہلا یقین اور ایمان کی روشنی پیدا کرتا ہے اور دوسرا شک و گمان کی دلدل میں پھنسا دیتا ہے۔

فلاسفہ کی مثال ان اندھوں کی سی ہے جن کے سامنے ایک ہاتھی پیش کیا گیا تھا اور ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ بتاؤ یہ کیا چیز ہے۔ ایک اندھے نے ٹٹول کر ہاتھی کا پیر پکڑ لیا اور کہا کہ یہ تو ایک ستون ہے۔ دوسرے اندھے نے ٹٹول کر ہاتھی کی دم پکڑ لیا اور کہا کہ ستون نہیں بلکہ بہت بڑا سونٹا ہے تیسرے نے پیٹ پر ہاتھ رکھکر کہا کہ یہ تو کسی مکان کی چھت ہے جسکو بیوقوف معماروں نے بے ڈول اور غیر موزوں شکل میں بنایا ہے آخر ایک آنکھوں والے نے بتایا کہ یہ ہاتھی ہے جس کے چار پیر ہیں۔ ایک دم اور ایک خرطوم ہے۔ اب غور کرو ہاتھی کی شناخت میں اندھوں نے ٹھوکر کیوں کھائی؟ صرف اس لئے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کبھی ہاتھی کو دیکھا نہیں تھا۔ انہوں نے اندازہ سے بعض اعضاء کو چھوکر اپنی اپنی متضاد آراء کا اظہار کر دیا لیکن آنکھوں والے کبھی ہاتھی کے وجود اور اس کی شکل و ہیئت میں اختلاف نہیں کر سکتے کیونکہ وہ قیاس نہیں بلکہ مشاہدہ کر رہے ہیں اور اسی مشاہدے نے ان کو یقین کے آخری مرتبہ میں پہونچا دیا ہے۔

خود فلاسفہ سے دریافت کرو کہ الٰہیات کے جن مسائل میں انکی تحقیقات ختم ہو چکی ہیں۔ کیا خود ان کو بھی اپنی تحقیقات پر کامل اعتماد ہے؟ کیا عقل و دانش کی بلند پروازیوں نے ان کو یقین دلا دیا ہے کہ وہ اپنی

تحقیقات میں صائب ہیں؟ اور کیا ایمان و اذعان کی غیر متزلزل کیفیت ان میں پیدا ہو گئی ہے؟ انکی طرف سے اس کا جواب نفی میں ملتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی میں اپنے بہت سے معتقدات سے رجوع کیا ہے اور اس طرح اپنی عقل کی خامی پر مہر لگادی ہے۔ غرض فلاسفہ بھی علوم عقلیہ میں یقین کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

اس گروہ کے مقابلہ میں ایک دوسرا گروہ انبیاء کرام ہے جو علم و بصیرت اور ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہے۔ اس گروہ کو اپنے سفر میں کبھی چپ و راست کا تذبذب لاحق نہیں ہوا اور نہ شک و ارتیاب نے ایک لمحہ کے لئے اس کے دماغ میں جگہ پائی کیونکہ اس نے ظن و تخمین اور حرص و ٹکل سے ہمیشہ ابا کیا اور یقین و ایمان پر اپنے دعاوی کی بنیاد رکھی۔ یہ اُن ہی پاک نفوس کا دعویٰ تھا کہ وہ لوگوں کی بصیرت کی طرف بلاتے ہیں اور جس راستہ پر وہ گامزن ہیں وہ بصیرت اور یقین ہی کا راستہ ہے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ	اے نبی کہدو یہ میرا راستہ ہے اور میں بصیرت کیساتھ اللہ کے راستہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے پیروکار ہونگے وہ بھی بصیرت ہی کی دعوت دیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ	اے میری قوم کیا تو نہیں دیکھتی کہ میں بینہ پر قائم ہوں جو میرے رب کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔

انبیاء کرام کا دعویٰ تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے جو چیز پیش کرتے ہیں اس کا ظنون واوہام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ حجت و برہان کی روشن تعبیر ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا	اے لوگو تمہارے رب کا برہان تمہارے پاس آ گیا ہے اور تم کو روشنی عطا کی گئی ہے۔

اسی لئے قرآن کریم اعداء حق سے بھی برہان طلب کرتا ہے کیونکہ ظن و تخمین کا انبار تو ہر شخص کے پاس موجود ہے

فَاْتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ	اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو کوئی برہان پیش کرو۔

قرآن کریم نے خدا کی مخلوق کو بتایا کہ تمام ہلاکتوں کا سرچشمہ اور حقیقت سے دوری و مہجوری کا سرچشمہ

(سلسلہ کیلئے صفحہ ۳۵ ملاحظہ ہو)

بارگاہِ امام علیہ السلام میں غیر مسلم حضرات کا نذرانۂ عقیدت

حسینؑ

مکمل انسانیت کا ایک بہترین نمونہ ہیں

(نوشتہ پرمیں پیٹراسکو اٹر از یوگوسلافیہ)

امام حسینؑ کی تاریخی حیثیت [illegible] اور یہ منظاہر [illegible] آواز موجود ہے جس کے مطابق ہر ملک کے افراد اور ہر قوم کی رہبری ہوتی [illegible] پڑتا رہتا ہے دنیا میں بڑے بڑے معلم خدا کے پیغامبر کی حیثیت سے آتے رہے تاکہ وہ منظاہر [illegible] اس کی ہدایتوں پر وضاحت سے روشنی ڈالیں اور وہ ایسے طریقے بتائیں جو ہمارے مشترکہ مقاصد کے حصول کا براہ راست اور قابل اعتماد یقین کا ذریعہ ہوں

ہر گاہ کہ ہم عام لوگ اس انفرادی کڑی کی سی حیثیت رکھتے ہیں جو روحانی ارتقاء کی زنجیر کو جوڑے ہوئے ہے اور یہ خدائی پیغامبر ان مناروں کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر یہ زنجیریں بندھی ہوئی ہیں ہم ان پر [illegible] رکھتے ہیں انہیں بنیادوں پر عمارت کھڑی کرتے ہیں اور ان کی طرف توجہ کر کے بلندی خیال حاصل کر سکتے ہیں۔

امام حسینؑ نے مکمل انسانیت کے بہترین نمونہ [illegible] کرنے میں ایک بہت اہم اور نمایاں خدمت انجام دی اس کے علاوہ ان کی [illegible] کوششیں [illegible] تھی جو آپ نے اصلاح [illegible] اپنے مقصد کو تکمیل تک پہونچانے کے [illegible] صداقت کی [illegible] انسانی ہو کی عظمت انسانی زندگی [illegible]

یہ ظاہر ہے کہ یہ خدائی [illegible] مقصد کے لئے [illegible]

بلکہ اس [illegible] محبت اور تقویٰ کے اسلحوں سے مسلح ہونا چاہئے۔ یہ ہی وہ محبت ہے جو آج کے موجودہ زمانہ میں نایاب ہو رہی ہے وہ محبت جو تمام جماعتوں، قوموں کو ایک عظیم الشان برادری میں سمیٹ کر متحد کر دیتی ہے۔

امام حسینؑ اور نوجوانانِ عالم

(نرڈاک جے گولڈ اسکوائر از لندن)

کئی سال ہوئے کہ انگریز بچوں کے پڑھنے کے لئے میں نے ایک کتاب لکھی جس میں میں نے امام حسینؑ کی شہادت کے حالات اور افسانہ کربلا بھی درج کیا تھا، اس افسانے کے لکھنے کے بعد مجھے حضرت اپنے ملک انگلستان بلکہ ہندوستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی ضبط نفس ہمت، عزت، انصاف، عدل و اتحاد عمل اور اتحاد عالم کے موضوع پر ان ممالک کے نوجوانوں کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملا، اسی طرح اب بھی اگر ۱۹۳۲ء میں میں ایشیا، و افریقہ، آسٹریلیا امریکہ اور یورپ کے نوجوانوں کو عراق کے میدان میں جمع کر سکوں اور میں کربلائے معلیٰ میں حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے روضہ پر تقریر کا موقعہ پا سکوں اور میری آواز اور زبان ان ممالک کے نوجوانوں کو سمجھانے پر قادر ہو سکے تو میں کیا کہہ رہا ہوں تو میں امام حسینؑ کی زندگی اور وفات کا حقیقی اور روحانی پیغام سنانے کے لئے فوراً کھڑا ہو جاؤں گا۔ حسینؑ امن و اتحاد کے اس مقدس و مبارک سفر میں جس میں ان کو ایسے سمندروں اور صحراؤں کو عبور کرنا پڑا جو نفرت جنگ اور منافرت کی تاریکیوں اور گہرائیوں سے بھرے پڑے تھے جو ہر انسانیت کا ایک نشان امتیازی بن کر نکلے پیغمبر اسلام کے نواسے اور علیؑ کے نور نظر نے کیا اسی جرات و انصاف کا ثبوت نہیں دیا جو قسطنطنیہ [illegible] سے ظاہر ہو سکتا تھا اس نے اپنے طرز عمل سے نوجوانوں کو یہ بتا دیا کہ انہیں اپنے آباء [illegible] کی نیکیوں کا کس طرح استحسان و اعتراف کرنا چاہئے۔ اور خدمت کی روایات کے سلسلہ کو کس طرح جاری رکھنا چاہئے کیا حسینؑ تک عراق سے یہ آواز نہیں پہونچتی تھی کہ وہ قیادت [illegible] اپنے ذمے لیں اور اپنے بھائی عباسؑ اور ایک مختصر جماعت کے ساتھ جس میں ان

کے چند ساتھی عورتیں اور بچے بھی تھے کربلا کے لق و دق صحرا کو عبور کرنے کے لئے تیار ہوئے اسی طرح آج بھی جب کہ آج کل کی دنیا میں سیاسی اور اقتصادی مسائل ہمارے سامنے ہیں نوجوان اپنے دل کی آواز کو سنتے ہیں ان نوجوانوں کے دل و دماغ کو بہبود عام میں خواہ ان کا راستہ مصائب و تاریکی سے کتنا ہی پٹا ہوا کیوں نہ ہو اپنی پوری قوت پیش کرنی اور صرف کرنی چاہئیے جب بنی اُمیہ کی فوج نے امام حسینؑ کا محاصرہ کیا تو ان کو معلوم ہوگیا تھا کہ ان کا آخری وقت آچکا ہے، کیا انہوں نے یہ خواہش نہیں کی تھی کہ عورتوں اور بچوں کو ہلاکت سے محفوظ رکھا جائے۔ کیا انہوں نے اپنے دوستوں سے یہ درخواست نہیں کی کہ وہ اپنی جان بچا کر نکل جائیں اور حضرت کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اب ہمارے نوجوان اس اندوہناک مگر خوب صورت تصویر میں حب وطن کی عظمت کو ملاحظہ کریں دیکھیں کہ اس نقش میں کتنے ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں وہ اس تصویر سے یہ سبق لیں کہ ضعیف اور لاچاروں سے کیونکر محبت کرنی چاہئیے اور رنج و غم میں اپنے ساتھیوں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئیے۔ کیا امام حسینؑ کی بہادری نے دشمنوں کے دلوں پر بھی اپنا گہرا اثر نہیں ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی امیہ کے ۳۰ آدمی مخالف فوج سے نکل کر حسینی فوج کے متبرک حلقے میں آگئے اور انہوں نے امامؑ کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اس مثال سے نوجوانان عالم یہ سبق لے سکتے ہیں کہ مصائب اور ناکامیوں میں محصور ہونے کے باوجود بھی ایک بلند مرتبت روح کی علوئے عظمت کس طرح فتحیاب اور اپنے دشمنوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے یا دشمنوں کو اپنا جان نثار اور دوست بنا سکتی ہے اسی مثال سے نوجوان اس راز کو پالیں گے جس کا حوالہ ایک انگریز شاعر نے ان الفاظ میں دیا ہے۔ کہ ہر انسان کے سینے میں ایک ہی دل ہے۔ اور ہی جذبہ کا کام کرتا ہے۔

کیا امام حسینؑ نے شہادت کے وقت جب ان کے جسد اطہر پر تیر برسائے جا رہے تھے ان لوگوں کے لئے جو زندہ تھے یا جو نجات پا چکے تھے دعا نہیں کی اس سے نوجوانوں کو یہ سبق لینا چاہئیے کہ نیاض کیرکٹر رکھنے والا کوئی عورت یا مرد اپنی زندگی یا موت دونوں ہی کے وقت دوسروں سے اپنے کو ایک رشتہ میں منسلک پاتا ہے اور وہ دنیا کی عظیم الشان برادری کا اپنے کو ایک ممبر خیال کرتا ہے۔ جنگ ہوتی ہے اور گذر جاتی ہے، روسا اور اعلےٰ طبقہ کی طرف سے غربا کی پامالی کا ایک دور گذر جائے گا اسی طرح اقلیتوں پر اکثریتوں کا تسلط و دستبرد ہمیشہ قایم رہے

مگر اس پر بھی ان کو اخلاقی اور روحانی حلقہ میں فتح حاصل ہوئی چونکہ اخلاقی اور روحانی دنیا کی بنیاد جسمانی طاقت و اقتدار کی دنیا پر ہے اور اس کے ذریعے سے تمام انسانی افعال اور جسمانی قوت و اقتدار کے جذبہ کو بھی متحرک کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان طرح سے آدمیوں کی شکست کا وقت آنے پر جسمانی طاقت و اقتدار کی دنیا میں بھی فتح سے مبدل ہو جائے گی۔

اسی طرح ایسے مجاہد ساتھ ہی ساتھ دنیا میں خدائی حکومت کے قائم و تعمیر کرنے والے ثابت ہوئے کیوں کہ خدا صرف ممتاز تمناؤں کی روحانی دنیا اور بلندی تخیل کی فضا میں بادشاہت نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارے روزانہ کام اور دنیا سے بھی تعلق رکھتا ہے اور دنیا کی بھی بادشاہی

عیسیٰ مسیح کی اس دعا کا جو انہوں نے خدا کو پکار کر کی تھی یہی مفہوم ہے کہ تیری حکومت آئے اور تیری مرضی جس طرح آسمان پر حکمران ہے اور اسی طرح دنیا پر بھی حکمران رہے۔

اب ہمارا یہ فرض ہے کہ ان معلمین کی زندگی کے حالات کو موجودہ حالات پر تطبیق دیں ہمیں ان کی تاریخی حیثیت سے اپنے کو بالکل ہی مربوط رکھنا چاہئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو پیش کردہ مضامین آیندہ نسل کے لئے محض رسم و رواج بن کر رہ جائیں اور ایک ایسی عبادت و پرستش کی صورت اختیار کرلیں جس سے ہماری زندگی یا موجودہ کیریکٹر پر کوئی اثر پڑتا ہو اگر ایسا کیا گیا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے خدائی منشا کے حقیقی مفہوم کو بھلا دیا غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور اصل مقصد کی صورت و نوعیت کو بدل دیا۔ مفہوم و مقصد کے اس قسم کے توڑ مروڑ کا نتیجہ خودنمائی اپنے کو سب سے بلند سمجھنا دوسروں سے غیر دوستانہ رویہ رکھنا، فرقہ ورانہ تنگدلی اور ان لوگوں کا عدم لحاظ ہوگا جو مختلف عقائد رکھتے ہیں۔

امام حسینؑ نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ ہم اپنے زمانہ میں بھی صداقت اور نیکی سے محبت رکھیں اور اس کی حمایت میں جنگ کریں نہ صرف اپنے حقوق کے لئے لڑیں بلکہ ان کے حقوق کے لئے بھی جنگ کریں جن سے ظلم کیا گیا نہ صرف اپنے ہی انصاف چاہیں بلکہ ان کے لئے بھی انصاف چاہیں جو ناانصافی کا شکار ہوئے ہیں۔ جس چیز کو ہم یہ محسوس کریں کہ وہ مبنی بر صداقت ہے بلا اس کی پرواہ کئے کہ شکست حاصل ہوگی یا قربانیاں نہ دینی پڑیں گی ہمیں ایسے صداقت کی حمایت کرنی چاہئے۔ یہ حاصل ہیں امام کی تعلیم اور وہ انہیں تھے جیسا کہ اس نے اپنے بچوں کے ذریعے سے جو ہمارے سامنے پیش کئے ہم پر یہ ظاہر کر دیا کہ اس طرح کی ذاتی تشدد کے ہتھیار اور جسمانی قوت کے بل بوتے پر نہ لڑنی چاہئے کیونکہ اس میں بجز بھی تنگدامانی کی ...

والی چیز نہیں مختلف جماعتوں میں نفرت اور حقارت کا دور بھی ختم ہو کر رہے گا۔ آفتاب کی کرنیں بار بار نور افشانی کریں گی اور شفق کی روشنی بنارس لندن پیرس نیو یارک ریو، قاہرہ اور میلبورن پر برابر اپنا سایہ ڈالتی رہیں گی یہاں تک کہ تمام انسان یہ سمجھ لیں کہ ان کا ایک دوسرے سے کیا رشتہ و تعلق ہے اور انسانیت سائنس اور اتحاد باہمی کی کس طرح محبت کی جانی چاہئے۔ لیکن یہ اتحاد اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا، محض انسانی دلوں کو فتح کرنے سے حاصل ہوگا۔ عرب کے حسینؑ کربلا کے حسینؑ نہیں نہیں تمام دنیا کے حسینؑ شجاعت اور محنت کے علمبردار حسینؑ نے اپنی زندگی اور موت سے ایک ایسی مثال دنیا کے سامنے پیش کر دی کہ انسانی قلوب پر فتح حاصل کرنے کا سب سے خوشگوار اور بہترین طریقہ کیا ہے

مُقدّس حسینؑ

نوشتہ بالو کالی پدا نیرجی نیش ناتھ رائے اسکوائر

انسانی تاریخ میں یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شیطانی اور خدائی طاقتوں میں برابر تصادم ہوتا رہا ہے جب انسان کا شیطانی رجحان انصاف و صداقت کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے تو کوئی نہ کوئی عظیم ہستی جو ایسے معمولی انسانوں سے کہیں بلند تھی ظاہر ہوتی رہتی ہے معمولی انسان ان کی مثالوں سے ہدایت پاتے ہیں اور ان میں ان کے اعمال کی پیروی کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اس انقلاب سے حیوانی طاقت مغلوب ہوتی ہے، اور دنیا میں خدائی بادشاہت قائم ہوتی ہے خدا کی طرف سے برابر ایسے مافوق البشر انسان دنیا میں پیش کئے گئے ہیں۔

گیتا میں کرشن نے کہا ہے کہ

میں مختلف زمانہ میں دنیا میں مذہب کی بنیاد کو مضبوط کرنے کیلئے ظاہر ہوتا رہا ہوں

سا، عیسوی صدی کے آخر میں جب کہ یزید فرماں روائے دمشق کی سرکردگی میں عوام کے ایک گروہ نے مذاہب مقدسہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ یہ بہادر حسینؑ نے مذہب اور صداقت

کی حمایت میں کربلا کے میدان میں شجاعت و بہادری کے ساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کردی۔

مادی طور پر یزید کو فتح حاصل ہوئی لیکن روحانی حیثیت سے اس کی یہ فتح اس کی شکست ثابت ہوئی، وہ اسلام کو جو صورت دینا چاہتا تھا وہ باطل کی جس بنیاد پر اسلام کو قائم کرنا چاہتا تھا وہ صورت و بنیاد بہت جلد معدوم ہوگئی۔

حسینؑ کی شہادت کا یہ نتیجہ فتح و کامرانی کی صورت میں نکلا اور اسلام یعنے سچے اور حقیقی اسلام نے از سر نو نشو و نما حاصل کی۔

مافوق البشر ہستیوں کا یہ مذہبی فریضہ رہا ہے کہ وہ عوام کی دماغی تربیت و تعلیم کا سامان بہم پہنچائیں وہ اس راہ میں دنیا کے رنج و مصائب کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ کرشن نے ایک شکاری کے ہاتھوں اپنی جان گنوائی۔ مسیح کی زندگی کا بھی خاتمہ افسوس ناک طریقہ پر ہوا۔ لیکن مذہب کے متعلق جو نشانہ کہانی وہ اب تک انسانوں کو منفعت پہونچا رہی ہے۔

مقدس حسینؑ کی الم انگیز قربانی نے ظلالت کی تاریکی کا خاتمہ کردیا، اور ایک نئی روشنی پھیلادی وہ قربانی آج ہزاروں مسلم اور غیر مسلم میں اس جذبہ کو متحرک کر رہی ہے کہ فرائض کے ادا کرنے میں جان کے جانے اور موت کے آنے کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ لہذا آج جب کہ قومیت کی روح بیدار ہو رہی ہے، ہم کو دعا کرنی چاہیئے کہ خدا مقدس حسینؑ کی روح کو عظمت و برتری نصیب کرے۔

حضرت امام حسینؑ

از جناب دیوان بہادر سر ہلاس سردا بی آر ایس ایل

بہادری زندگی کو عفو بخشتی ہے اگر ان بہادروں نے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں نمایاں ہوئے انسانی سوسائٹی کی اپنے اعمال سے قدر و وقعت نہ بڑھائی تو دنیا زندگی بسر کرنے کے لئے ایک نہایت بے حقیقت جگہ ہوتی۔ ان کی زندگی اور ان کے اعمال نسل انسانی کی ہدایت کا ایک دائمی ذریعہ ہیں۔ اور گذری ہوئی نسلوں کے ان بہادروں کے سوانح حیات کے مطالعے یا ان کے حالات سننے سے مرد اور عورتیں اپنی زندگی میں قوت اور تسکین حاصل کرتی ہیں۔ ان بہادروں نے کرۂ ارض کے ہر حصہ پیدا ہو کر انسانو

زندگی کی قدر وقیمت کو بڑھا دیا اور یہ سکھا دیا کہ فرائض کی راہ میں مردوں اور عورتوں کو کس طرح مضبوطی سے اپنے قدم جمائے رکھنا چاہیئے، بہادر مر جاتے ان بہادروں کے کارنامے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہمیشہ کے لئے زندہ رہتے ہیں۔ جب کوئی شخص نظم میں یا نثر میں ان بہادروں کے شجاعانہ کارنامے سنتا ہے، تو جوش سے اس کا سر اٹھ جاتا ہے وہ اپنے کو ایک راحت بخش فضا میں پاتا ہے اور رنج و مصائب اور اس تکلیف دہ ماحول کو بھول جاتا ہے جو دنیا کے سرعت کے ساتھ میکنک کے محتاج ہوتے جانے کی وجہ سے زندگی کو روز بروز مصائب و آلام کی کشاکش میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔

ہر ملک کے بیشمار مردوں اور عورتوں میں خاموشی کے ساتھ اپنے ہیرو کے عظیم الشان کارناموں کی سماعت ان کے کیرکٹر پر ایک بہت اچھا اثر ڈالتی ہے اور خاموشی کے ساتھ انسانی سینوں میں شریفانہ خیالات اور جذبات کے متحرک کرنے کا سبب ہوتی ہے اور اس کا طبایع پر لازمی طور سے خاص اثر پڑتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ اسلام کے مشاہیر کی صف میں ایک بلند مرتبت ہیرو کا درجہ رکھتے ہیں آپ نے جو بلند اور اعلیٰ قربانی پیش کی اور جس شریفانہ اسپرٹ میں صداقت اور عزت کے لئے اپنی جان دی وہ اس کی روشن مثالیں ہیں کہ ایک انسان جس کے دل میں اعلیٰ ترین جذبات خدمت نوع انسانی متحرک ہوں کیا کر سکتا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے

امام حسینؑ کی زندگی ایشیا اور افریقہ کے کروروں مسلمانوں کی زندگی اور کیرکٹر کو صحیح راستہ پر لا رہی ہے اور انہیں یہ بتا رہی ہے کہ زندگی کے ان شدائد و مصائب کو جن سے مردوں کو اور عورتوں کو آئے دن دوچار ہونا پڑتا ہے اور جن میں جدید تہذیب کی بدولت روز بروز اضافہ ہی ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے کس طرح مقابلہ کرنا چاہئے۔

ہمارا وڑلیہ پرانشیل شیعہ کانفرنس نے رسالہ گولڈن ٹیڈیس آف حسینؑ شایع کر کے ایک بہت بڑی پبلک خدمت انجام دی ہے اور اس کے اس ارادہ پر کہ وہ امام حسینؑ کے حالات کے متعلق ایک مبسوط رسالہ نکالنا چاہتی ہے میں اسے مبارکباد دیتا ہوں۔

امام حسینؑ کے شجاعانہ کارناموں کے متعلق دنیا کو جتنی زیادہ معلومات حاصل ہوتی جائیں گی اور

ان کے حالات کو جتنا زیادہ نشر کیا جائے گا۔ وہ ہم سب لوگوں کے لئے بہت ہی مفید ہوگا۔

اس لئے کہ اس سے نہ صرف اسلام کی ایک عظیم الشان ہستی کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی بلکہ امام حسینؑ کی زندگی سے ہم یہ سبق حاصل کر سکیں گے کہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر موسم رکھنے والے ملک میں ہم اپنی زندگی کے معیار کو بلند کر سکتے ہیں۔

سلام

از جناب ابو المعارف مولوی میر لطف علی صاحب عارف

حلق پر شبیر کے قاتل کا خنجر دیکھ کر
قبر والے اُٹھ گئے آثارِ محشر دیکھ کر

تیر مارا ابھی تو کس "تشنہ لب معصوم" پر
ہائے رحم آیا نہ تجھکو اے ستمگر دیکھ کر

رزم گہ سے موڑتے منہ کیا وہ حق کے جاں نثار
شوق سے آگے بڑھے میدانِ محشر دیکھ کر

کربلا میں جب چلی شمشیر سب گھبرا گئے
جو ہنسا کرتے تھے اکثر تن بہتر دیکھ کر

پیچھے پیچھے ہٹ رہی ہے فوجِ دشمن رعب سے
آگے آگے بڑھ رہے ہیں ابن حیدر دیکھ کر

اشقیا کا بھی کلیجا دیکھئے میدان میں
پانی پانی ہو گیا شمشیر حیدر دیکھ کر

تشنگی کی کیفیت میں کیا کہوں اطفال کی
مضطرب ہو جاتے تھے سبط پیمبر دیکھ کر

حشر کے دن ساقیٔ کوثر سے یہ امید ہے
پیاس عارف کی بجھا دیجے وہ مضطر دیکھ کر

شہادت کبریٰ

کے عام احسانات عظمےٰ

از جناب عشرت رحمانی مدیر رسالہ نیرنگ

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

سلام! شہدائے اسلام ... اسلام!
سلام! شہادت زار نینوا کے تاجدار کو اسلام

سلام! دین مبین کی پناہ ... سلام!
سلام! میدان کربلا کے روحانی علم بردار اسلام!

سلام ہو اس شہید اعظم پر جس ... حمایت کی!
سلام ہو اس خیر اکبر پر جس نے اسلام کو زندہ کیا!

سلام ہو اس معصوم اطہر پر جس نے عظمت دین کی حفاظت کی!

سلام ہو اس صادق و صابر پر جس نے غیرت ملی کو تابندہ کیا!

شہادت زار کربلا کی خون چکاں چکا پر عبرت و بصیرت کی نگاہیں عالم حیرت میں خون کے آنسو روتی ہیں، تعجب ہے اور کس قدر تعجب کہ سید الشہدا امام المعصومین حضرت حسین علیہ السلام اور اہل بیت معصومین پر آپ کے پیارے نانا جان سرور کائنات باعث ایجاد عالم حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایک ادنےٰ امتی نے یعنے حضرت امامؑ کے ایک ادنےٰ غلام نے یہ گستاخانہ جرأت روا رکھی، اور ... کی معصوم اور پاک کلیوں کو خنجر ستم سے صدمہ پہنچایا گمان و قیاس کی روانی بند ہوتی ہے۔ یہ سوچ کر کہ شیر خدا علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کے نورِ عین حضرت حسینؑ کے مقدس حلقوم پر شمر لعین کا خنجر کیوں چلا! اشقیا جبر و ستم کو مجال کہاں تھی! یزید پلید اور اس کی فوج کے بے دین لوگوں کو تاب کہاں تھی کہ ائمہ معصومین اور حضرت امام حسین سے بہر مقابلہ ہوتے سہ

پر شہ ... تسلیم و رضا اور ہی کچھ تھا

۱

کربلا کی خونی زمین آج تک شاہد ہے، اہان ذرہ ذرہ شہادت کے لئے بے تاب ہے کہ جو کچھ ہوا جس طرح ہوا دین پناہ اسلام کے بادشاہ جگر گوشہ رسالت مآب بی فاطمۃ الزہرا کے لال نے شیوۂ تسلیم و رضا کی وہ مقدس یادگار عظمی قائم کی جس سے اسلام کو زندگی ملی حضور اکرم کے پیارے نواسے (حضرت حسین) نے اپنے خون مطہر سے باغ اسلام کی آبیاری فرمائی اور اس شہادت عظمی سے وہ تازگی اور شادابی عطا کی کہ عظمت دین جاگ اٹھی اور اپنوں اور غیروں سب کی زبان سے نکلا ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

آج ہر مسلم کربلا کی خونیں داستان کی یاد سے قلب کو مضمحل اور پژمردہ پاتا ہے جو قدرتی ہے اس حادثہ عظیم کی جگر خراش یاد قیامت تک ہمیں تڑپاتی رہے گی اور اگر بدقسمتی سے کوئی بے حس غافل ہونے لگے تو اس کو جاگنے کی دعا کرنی چاہئے ہر مومن کی کلمہ گوئی کے بعد آرزو یہ ہونا چاہئے کہ ؎

یا رب غم حسین مرے دل سے کم نہ ہو

اس شہادت کبرے نے اسلام کو زندہ کیا ہے، روایات اسلام کو تابندہ کیا ہے اور اہل اسلام کو وہ پیام بیداری بخشا ہے کہ غور کی نگاہیں جانتی ہیں۔ اور دل آج تک مزے لے رہے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت اگرچہ ایک طرف ہمارے لئے داستان غم و ماتم ہے تو ساتھ ہی ساتھ وہ درس عبرت ہے کہ جس کی صداقت سے دنیا کے کسی فرد کو انحراف نہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید لعین کی حکومت اس حکومت کو جو سراسر شرع و سنت کے خلاف جبر و استبداد کے ساتھ علم بغاوت بلند کر رہی تھی اعلائے کلمۃ الحق کی حمایت میں تسلیم نہ کیا۔" دنیا کی تہذیب شائستگی اور تمدن پر اتنا عظیم احسان تھا کہ کوئی متنفس کسی عہد میں اس سے انکار نہیں ہو سکتا، کیونکہ آپنے ملوکیت کے استبداد کو گوارا نہ فرمایا۔ اور اس کی فریبی خلافت جو جمہوری حکومت کو اپنے برخود غلط اور پُر فریب رویہ سے بدنام کر رہا تھا آواز حق بلند فرمائی اور جابرانہ حکومت کے خلاف عام حق کی حفاظت میں ہر تشدد کو اپنے اور اہل بیت کے لئے خندہ پیشانی اور انتہائی صبر و شکر کے ساتھ گوارا فرمالیا۔ اس ذبح عظیم کے بعد اسلام اور اہل اسلام کی شان جس طرح دوبالا ہوئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ یزید لعین نے ائمہ معصومین پر جو خنجر ستم چلائے وہ حق و صداقت کے حلقوم پر چلے اور اسی ظلمت کے طفیل میں اس کی اور اس کے تمام اراکین بے دین کو دنیا کی ذلیل ترین مخلوق سے بھی زیادہ ذلت

نصیب ہوئی اور چونکہ یہ عظیم قربانی یادگار خداوند عالم میں مقبول فرمائی گئی۔ اسی لئے شہید اعظم اور جملہ ائمہ معصومین کے تصدیق میں نانا جان کی امت کو شرف زندگی بخشا" ورنہ اس عہد میں جو ظلمت و تاریکی کی گھٹائیں یکایک آسمان ملت پر چھانے لگی تھیں ان سے بہت کچھ اندیشہ ہونا چاہئے تھا۔ جس کا بین ثبوت یزید اور اس کے شرکار کی جہالت و ظلوم ہیں اسی طرح ایک طرف حضرت امام حسینؑ نے یزید کے ان ظلوم و جہالت کے خلاف جہاد فرماکر سب سے زیادہ بیش قیمت قربانیوں کے تصدق میں دین مبین بچایا اور اس کفر و شرک کی بڑھی ہوئی رو کے خلاف راہ حق سے دنیا کو خبردار کر دیا کہ مقلدین نے بہ تائید حق روایات اسلام کو زندہ کر کے اپنی زندگیاں سنبھال لیں اور قیامت تک ایک مثال دنیائے اسلام کے لئے قایم ہو گئی کہ جس کو نہ فراموش کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی اہمیت سے سرتابی ممکن ہے، ورنہ یزید لعین کی مشرکانہ ملعونانہ جابر حکومت اسلام کو (خاکم بدہن) جو ناقابل بیان صدمہ پہونچاتی وہ ظاہر ہے، ایک نام نہاد مسلم حاکم جب اس تیرہی عہد میں ایک ایسی جابر اور ظلم و جہل کی بانی حکومت کے زیر اثر رعایا کو رکھتا تو اسلام کا نام کہاں تھا دین کی وہ مسخ شدہ صورت اہل عالم کے لئے کس قدر خطرناک اور تباہ کن ہوئی، دین کی حفاظت و حمایت خدائے برتر کی تائید سے صرف، اور صرف تاجدار امت کے پیارے نواسے تاجدار شہادت حسینؑ نے کی، دنیائے اسلام اس ذبح عظیم کو کس طرح فراموش کر سکتی ہے۔

سلام ہو سلام ہو! تجھ پر اے دین پناہ!

عالم اپنے شہید اکبرؑ کے احسانات عظمیٰ کو یاد کرتا ہے اور قیامت تک فخر سے بہاتا ہے غیرت و بصیرت کے موتی (آنسو) نچھاور کرتا رہے گا۔

لیکن یہ حق و صداقت کی شہادت عام عالم کے لئے احسان عظیم سمجھنا چاہئے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید پلید کی طرز حکومت کو خلق خدا کے لئے فتنہ اور جبر و تشدد کا باعث تصور فرماکر حمایت حق میں مبارک سر کٹایا، اور مقدس گھر لٹایا اور یزید کی جہل و ظلم کی بانی ملوکیت کے سامنے سر نہ جھکایا، یہ کس لئے خلق اللہ بہبودی ان کو ملوکیت کے ظالمانہ [illegible] اور غلامی سے نجات دلانے کیلئے۔ ورنہ سید الشہدا کو دنیاوی بادشاہت کی [illegible] نبیوں کے پیارے نواسے اور حیدر کرار شیر خدا کے دولارے کی دنیوی جاہ و دولت سے [illegible] نہیں۔ ایک مثال سے آپ کی شان بے نیازی اعلیٰ طور پر ظاہر ہو کر ثابت کرتی ہے۔

کو دنیاوی بادشاہت اور دولت کی خواہش ہرگز نہ تھی۔ بلکہ اس کی، دراصل کے شرکار کے ظلم و جبر اور استبداد اور طریقہ حکومت کے خلاف آپ خلق اللہ کی بہتری اور ان کی نجات کی غرض سے جہاد فرما رہے تھے جس کے لئے اپنا گھر بار اور سب کچھ راہ حق میں قربان کیا۔

امیر معاویہ ابن ابی سفیان جو اس وقت والی شام تھے فریضہ حج کی ادائیگی کی غرض سے آئے ہوئے تھے کہ اس عرصہ میں وہ حضرت امام حسینؑ کے حضور میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں بیش بہا تحائف، خلعت اور نقد پیش کیا، یہ نذرانہ دنیوی دولت و مرتبت کے لئے بہت کچھ اہمیت رکھتا تھا اور اس کا قبول کر لینا طالب دولت کی مناسبت سے ضروری تھا لیکن دین پناہ و حق آگاہ حضرت تاجدار شہادت امام حسینؑ کے حضور میں اس رقم اور سامان کی کوئی عزت و وقعت نہ تھی اور آپ نے اس کی طرف نظر بھی نہ فرمائی کہ اس شخص کا جو دنیا طلبی میں محو ہے وہ تحائف جو دنیاوی حرص و ہوس کے باعث ہیں قبول فرمائیں اور اس کے زیر بار احسان ہوں۔ اس حقیر سامان امامت کے لئے ظاہر ہے کہ آپ کو دنیا کی کوئی خواہش نہ تھی، حق و صداقت کے عشق میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اور اہل دنیا کو جبر و ستم کی حکومت کا وہ راز بتایا کہ اس سے بچنے کیلئے وہ حق کی پیروی سیکھ سکیں اس حالت میں شہادت راز کربلا سے اسلام کو جو سبق ملتا ہے اور راہ حق میں فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے انعام شہادت کا راز کھلتا ہے تو بلا تفریق عام خلائق کے لئے درس بصیرت بھی ہے۔

جن قوموں نے بعد میں ملوکیت کی ظالمانہ دبا اور شخصیت کے جابرانہ نظام یعنے یزیدی آئین کے خلاف جہاں جہاں صداقت کی جنگ میں حق کی صدا بلند کی وہ تقلید بھی تاجدار شہادت کے اسوۂ حسنہ کی ملوکیت پرستی کی لعنت کے خلاف پہلی مرتبہ یہ شاندار اور قیامت تک زندہ رہنے والی یادگار جہاد سید الشہداء نے قایم فرمائی کہ نہ صرف اپنی جان اپنے مال اور اپنے گھر کی پروا نہ فرمائی بلکہ اپنی اولاد اپنے عزیزوں اور قریبیوں تک کی جانیں حق کی حمایت اور جہاد فی سبیل اللہ میں میدان کربلا کی بھینٹ چڑھا دیں اور کس صبر و رضا سے کہ جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اس لئے اس شہادت عظمیٰ نے اسلام کو جو مرتبہ جلیل القدر بخشا۔ اس کا تو ذکر نہیں، غیر آئین اسلام و ملل کے لئے بھی زندہ جاوید قابل عمل نمونہ پیش نظر ہو گیا۔ اور جس کی تقلید میں قدم بڑھاتے چلے جاتے رہے۔

پرچم اسلام کو جو قوت شہدائے کربلا کے احسانات نے بخشی بہ اسلام فخر کے ساتھ سجدۂ شکر ہی ادا

کرسکتا ہے کہ یہ ہی اس کا فرض اور یہ ہی اس کا بس ہے۔

جو مصائب اور جو مظالم اور جو سختیاں یزید لعین اور اس کی بے دین فوج کی افراد نے جہل سے روا رکھیں اور ائمہ معصومین نے جس میں خاندان رسالت کی مطہر سیدانیاں جوان سال فرزند اور شیر خوار بچے شریک تھے۔ جس صبر و شکر سے ریگستان کربلا کی آتش بار سرزمین پر گوارا کئے اور کسی مقدس مظلوم کی تیوری پر صدمہ سے بل نہ آیا، وہ وہ مثالیں ہیں جو قیامت تک مٹ نہیں سکتی اور وہ سبق ہیں جو ہر اہل خیر کو دور ابتلا و مصیبت میں صبر و سکون کی تعلیم دیتے ہیں اور ہر متنفس کو انسان بننے کا اہل بناتے ہیں۔ لب فرات جن بے گناہ خشک پیاسے گلوں پر خنجر ستم چلے اور تسلیم و رضا کا دامن چھوٹا وہ ہمیشہ ہمیشہ دنیا کو اولعزم و صبر، عفو و کرم اور بے مثال جرأت اور دلبری کا پیام دیتے رہیں گے اور جبر و ستم کی جہالت و حکومت پر اسی طرح لعنت برستی رہے گی جس طرح یزید لعین پر آج تک اور قیامت تک اور تاجدار شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت شہدا معصومین پر رحمت کے فردوسی پھول نچھاور ہوتے ہیں گے کہ بدنیت کا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جس پر انسانیت کو ہمیشہ ناز ہوگا اور ذبح عظیم کا درس عبرت ہر دور میں زندگی اور بیداری کی روح سمجھا جائے گا اور سمجھا جاتا رہا ہے۔

شہادت حسینؑ کی عالی مقامی قابل وجد ہے! اور مرگ یزید کی بے سروسامانی،
لائق عبرت!! سلام ہو! سلام ہو! اس دین پناہ امام حق آگاہ پر! سلام ہو!
سلام ہو! شہیدوں کے تاجدار معصوموں کے سردار پر! سلام ہو! سلام ہو!

آئندہ ماہ سے

آپ کا سفینہ بلاناغہ اور پابندی وقت کے ساتھ شایع ہوا کرے گا۔ ادارہ کوشاں ہے کہ محکمۂ سرکار عالی سے ایک جدید روزنامہ "ایوننگ نیوز آف دکن" کی اجازت حاصل کرے اس سلسلہ میں تفصیلی اعلان عنقریب شایع ہوگا۔ یہ روزنامہ مقامی روزانہ تازہ خبریں شام کو پانچ بجے تک فراہم کیا کرے گا۔

اختر تبریزی

سلام

از جنابہ بیگم صاحبہ نفیس

صف اعدا میں غل ہے حضرت شبیر آتے ہیں
لئے تیغ و سناں تیر و کماں شمشیر آتے ہیں

چلے ہیں حضرت عباس سوئے نہر تو دیکھو
ادہر سے تیغ چلتی ہے ادہر سے تیر آتے ہیں

گئے ہیں شاہ دیں لیکر تو ہنگامہ ہے خیمہ میں
کہ لیکر دیکھئے اصغر کو کب شبیر آتے ہیں

علی اکبر کو کر کے قتل سب اعدا یہ کہتے ہیں
مٹا کر ہم رسول پاک کی تصویر آتے ہیں

گرا دیتے ہیں اک اک وار میں سو سو کو گھوڑے سے
عدو جب کر کے قتل شاہ کی تدبیر آتے ہیں

علی اکبر اسے پڑھ پڑھ کے رویا کرتے ہیں پہروں
جو قاصد لیکے صغرا کی کبھی تحریر آتے ہیں

نفیس اپنے کو جو شاہ شہیداں پر فدا کر دیں
جو سچ پوچھو تو وہ لیکر بڑی تقدیر آتے ہیں

شہید اکبر

از جنابہ محمود اختر صاحبہ

اے تشنۂ کربلا شہید اکبر
سیراب گلوئے تو ز آب خنجر

تو آب نخواستی [illegible] تشنہ
[illegible] تو آب خواہ روز محشر

شہادت [illegible] [illegible] حمایت اور طرفداری [illegible]

[illegible] شہادت [illegible]

[illegible]

ہر جگہ ایک ہستی صرف ایک مقصد عظیم کی خاطر اپنی جانِ عزیز گنواتی نظر آئے گی مگر محسن اسلام، مجاہد اعظم شہید اکبر امام حسین علیہ السلام کی شہادت عدیم النظیر اور بیمثال اسلئے مانی جاتی ہے کہ یہ بیک وقت تمام عظیم ترین مقصدوں پر حاوی و ساری تھی، سیدالشہداء نے مذہب، ملت، دین، قوم، امت ملک اور سب سے بڑھ کر حق کی حمایت میں جام شہادت بخوشی نوش فرمایا، اور دنیا کی تاریخی قربانیوں میں "شہید اکبر" کے لقب سے ملقب ہوئے بنی اسرائیل میں حضرت یحییٰ، دورِ عیسوی میں حضرت مسیح کا قتل ناقابل فراموش ضرور ہے لیکن وہاں نہ ننھے معصوم کے گلے میں تیر پیوست ہوا، نہ اپنی آنکھوں کے سامنے جوان لختِ جگر خدا کا پیارا ہوا۔ گویا یوں کہئے کہ جس طرح نبوت و رسالت کا خاتمہ رسولِ اقدس پر ہوا ایسے ہی شہادت کا مرتبۂ جلیلہ مقدس نواسے پر تمام ہوگیا۔ حادثۂ کربلا کے بعد نہ کسی کو ایسا وقیع و رفیع منصب عطا ہوا نہ قیامت تک ہوگا۔

اسلام دنیا میں صرف اقاموالصلوٰۃ واتوالزکوٰۃ وامروابالمعروف ونھی عن المنکر کے زرین اصول کو قایم کرنے کیلئے قدم رکھا آنحضرتؐ نے دعوت حق دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا کر اساس اسلامی کو اگرچہ مضبوط فرمایا تھا لیکن اس عمارتِ حق کی تعمیر حسینؑ کے ہاتھوں معصوم اصغرؑ کے خون اور مظلوم اکبرؑ کے لاشے سے ہوئی، اگر ایسا نہ ہوتا تو یزید حق و صداقت کے شیرازہ کو بکھیر دیتا، قیام حق وانسداد گمراہی کیلئے جو خدمت خدا کی طرف سے تفویض کی گئی تھی ذی مرتبت حسینؑ نے اس دعوت پر لبیک کہا اور پاسداری حق کی خاطر شہید ہوئے۔

امام مظلوم نے شخصیت اور استبدادیت کے خلاف جمہوریت کیلئے تلوار اٹھائی، فسق و فجور ظلم و زیادتی کے مقابل انصاف و صداقت کیلئے جان فروشی کی، تاریکی اور گمراہی کے سدباب اور ہدایت کیلئے تلوار کھینچی، بدعت اور نفسانی جذبات کے خلاف حقانیت اور امر بالمعروف کے لئے شہید ہوئے۔

"حسینؑ کی محبت رسولؐ کی محبت ہے اور رسول کی محبت اللہ کی محبت ہے۔"

شہادت حسینؑ اس زمانہ میں واقع ہوئی جبکہ اسلام کا نشو ونما ابھی ابتدائی دور میں تھا، وہ افراد موجود تھے جن کے کانوں نے بارہا رسول اقدس کی زبان سے حسینؑ منی وانا من حسینؑ سن چکے تھے، جن کی آنکھیں رسول اللہ کو پیار و محبت کرتے دیکھ چکی تھیں باوجود ان تمام باتوں کے

یہ عجیب بات ہے کہ آپ پر ظلم و ستم توڑے گئے، حرم مبارک اور اہل و عیال کی معیت بھی ایک خصوصیت ہے، ننھے ننھے بچے، پردہ نشین بیبیاں ساتھ تھیں، ان مجبوریوں کے باوجود راہ حق میں جان دینا حسینؑ کے مرتبہ کو کسقدر بلند و بالا کر دیتا ہے۔ سطحی نظر رکھنے والے اس کو نہیں جان سکتے، موسیٰ و عیسیٰ اپنی امت کی تباہی گوارا کئے، مگر حسینؑ اپنے نانا کی کشتی امت کو ڈوبنے سے بچا کر کلمۂ لا الہ کے استحکام کا باعث ہوئے۔ اب یہ سوال کہ حسینؑ کا مرتبہ کیا ہے کسی حق گو اور منصف مزاج سے پوچھئے، سچ تو یہ ہے کہ ؎

تیری قربانی میں شاہا! تھی نہاں اپنی حیات
باعثِ سرسبزیٔ دینِ مبین تھی تیری ذات

سلام

از عالیجناب نواب سید کاظم علیخاں صاحب
فرزند عالیجناب نواب شوکت جنگ حسام الدولہ بہادر

نکل اے نا امیدی ساتھ آہوں کے دھواں ہوکر
رہے گی کب تلک دل میں مرے سوزِ نہاں ہوکر

جہاں پلٹے تو پلٹے خیر اس کا غم نہیں مجھکو
مرے مولا نہ ہو، نا مہرباں تو، مہرباں ہوکر

تعجب خیز ہے یارب یہ تیری خانہ آرائی
ہر ایک دلکو مکاں اپنا بنایا لامکاں ہوکر

پئے اتمامِ محبت جب کہا حضرت نے اصغر سے
زبانِ خشک امت کو دکھائی بے زباں ہوکر

کہا شہ نے ضعیفی میں ہمیں لاشا اٹھانا تھا
علی اکبر تمہیں دنیا سے جانا تھا جواں ہوکر

ہے رعشہ جسمِ شہ میں اور قدم بھی تھرتھراتے ہیں
اٹھاتے ہیں جواں بیٹے کا لاشا ناتواں ہوکر

ہے مشتاقِ زیارت دیر سے یہ آپ کا کاظم
بلالو کربلا میں یا شہ دیں شادماں ہوکر

(نوٹ) ادارہ کو افسوس ہے کہ نواب صاحب کا یہ سلام بالکل آخری صفحات پر جگہ پا رہا ہے، چونکہ یہ بہت دیر سے وصول ہوا۔
اختر قریشی

سیدنا حضرت امام حسین علیہ السّلام کے سرِ مبارک کو

کہاں دفن کیا گیا

اثری و تاریخی تحقیق

از جناب آغا رفیق صاحب بلند شہری (ریشوا)

جناب آغا رفیق بلند شہری ایک کہنہ مشق ادیب اور وسیع النظر اہل قلم ہیں۔ یہ محققانہ اور مورخانہ مضمون میری درخواست پر موصوف نے وسیع مطالعہ کے بعد لکھا ہے جو اردو میں پہلی مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیارے رسولؐ کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کو جب قبول فرما لیا اور آپ کی پاک روح کو اپنا خاص قرب عطا کر کے دائمی راحت سے نواز الیعنے جب دسویں محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کو حضرت امام ہمام کو کربلا کے میدان میں تشنہ ہاں شہید کر دیا گیا تو عمر بن سعد آپ کے سر مبارک کو کوفہ لے گیا اور ابن ضیاد کے حوالے کیا۔ ابن زیاد نے اپنی عداوت کا بخار نکالنے کیلئے آپکے سر مبارک کی خوب تشہیر کی اور تمام بازاروں میں گشت کرایا۔

جب اس توہین و تذلیل سے اسکی آتش عداوت کچھ ٹھنڈی ہو گئی تو پھر وہ سر مبارک کو لیکر دمشق کی طرف روانہ ہوا اور یزید کے دربار میں حاضر ہو کر سر مبارک کو پیش کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ آپ کے سر مبارک کو تین دن تک معلق رکھا جائے یعنے کسی اونچی جگہ پر لٹکا دیا جائے تاکہ دار السلطنت کے لوگ اس کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ جب تین دن گزر گئے تو حکم دیا گیا کہ سر کو تمام بڑے بڑے شہروں میں لیجائیں اور بازاروں میں گشت کرائیں۔

مختصر یہ کہ یزید کے حکم سے تمام شہروں میں سر مبارک کی تشہیر کی گئی۔ جب شہر عسقلان میں آپکا سر مبارک پہونچا جہاں کا حاکم ایک بہترین شخص اور مومن کامل و خدا ترس تھا اس نے آپ کے سر مبارک کی عظمت و عزت کو محسوس کیا اور ایک بہترین مقام تجویز کر کے اسکو دفن کر دیا۔

آپ کا سر مبارک سنہ ۴۹۱ھ تک یہیں دفن رہا۔ اسی سال شعبان کے مہینے میں (مقریزی کے بیان کے

مطابق افضل ابن امیر الجیوش کافی سپاہ بیت المقدس کی جانب بڑھا اور بیت المقدس کے حاکم سے لڑ کر بیت المقدس کو اس سے چھین لیا، پھر اس فتح کے بعد وہ عسقلان میں آیا۔ یہاں پہنچ کر اس کو آپ کے سر مبارک کا حال معلوم ہوا۔ اور اس نے عسقلان میں ایک بہترین جگہ انتخاب کر کے ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرایا اس لئے کہ افضل کے خیال میں وہ مقام جہاں سر مبارک دفن تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی عظمت و عزت کے شایان نہ تھا۔

جب مقبرہ تیار ہو گیا تو افضل نے خود آپ کے سر مبارک کو قبر سے نکالا خوشبوؤں سے معطر کیا اور اپنے سینہ پر رکھ کر دوسرے مقبرہ کی جانب پیدل لے چلا اور وہاں پہونچکر عزت و احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔

سر مبارک ۵۴۸ھ تک اسی مقام پر دفن رہا پھر قدرت کی مشیت سے یہ اتفاق پیش آیا کہ عسقلان پر مسیحیوں کی دست درازی کا خطرہ پیدا ہوا اور اس خطرہ کی اہمیت کو محسوس کر کے عسقلان کے حاکم عیاش نام نے مصر کے فاطمی خلیفہ الفائز بامر اللہ کو اطلاع دی کہ عسقلان پر مسیحیوں کی یورش کا اندیشہ اور خطرہ ہے اور یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک دفن ہے بہتر یہ ہے کہ آپ سر مبارک کو یہاں سے منگا لیں ورنہ مسیحی اس پر قبضہ کر لیں گے اور یہ دولت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائیگی۔

اس زمانہ میں مصر کے فاطمی خلیفہ الفائز بامر اللہ کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی اور خلافت و سلطنت کے تمام کام حکومت کا وزیر اعظم طلائع بن رزیک انجام دیتا تھا۔ یہ اطلاع پا کر وزیر اعظم مذکور نے اپنے خادم خاص مکنون کی قیادت میں فوج کا ایک دستہ دیکر حکم دیا کہ فوراً عسقلان جاؤ اور حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک لے آؤ وزیر اعظم مذکور نے تمام ضروری مصارف کیلئے خزانہ عامرہ تیس ہزار دینار مکنون کے حوالے کئے۔

مکنون نے آپ کے سر مبارک کو عزت و حرمت کے ساتھ عسقلان سے لے آیا۔ وزیر اعظم نے مصر سے کئی منزل آگے پہنچکر سر مبارک کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ کثیر فوج لے گیا۔ تمام سپاہ ارکان دولت اور خود وزیر اعظم ننگے پاؤں تھے اور سب پر آپکے سر مبارک کی عظمت چھائی ہوئی تھی۔ مقام خطبہ سے وزیر اعظم نے آپکے سر مبارک کو اپنے سینہ پر رکھا اور مصر تک اپنے سینہ پر لے گیا پھر اتلائع نے داب الحمر کی جانب دیب۔ ولد کے آپ کے سر مبارک کو دفن کرنے کیلئے ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی جو آجکل جامع صالح کے نام سے مشہور ہے پھر سر مبارک کو صندوق اور پردوں سے باہر نکالا (مقریزی کا بیان ہے کہ سر مبارک خون میں آلودہ تھا، اور خون اسوقت تک خشک نہ ہوا تھا بلکہ تازہ اور مشک کی مانند خوشبودار اور پھر سر مبارک دبکر آلکے تختہ پر غسل دیا گیا یعنی اسی پر سر مبارک کو غسل دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسوقت تک جامع صالح کی دیواروں پر پڑی ہوئی ہیں

سر مبارک کو غسل دینے کے بعد ارادہ کیا گیا کہ جامع صالحیہ میں سر مبارک کو دفن کر دیا جائے مگر خلیفہ الفائز باللہ کے ہمراہیوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ایسے باعظمت اثر نبویؐ کو شہر قاہرہ کے باہر دفن کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک کو قصر شاہی میں دفن کیا جائے۔

اس زمانہ میں شاہی قصر کا ایک دروازہ جمالیہ کے جانب واقع تھا جس کا نام باب دیلم اور دہلیز خدمت تھا۔ چنانچہ سر مبارک کو اسی جانب لے گئے اور وہاں ایک شاندار عمارت بنائی گئی جس کو قیمتی پتھروں اور سامان آرائش سے آراستہ کیا گیا اور اس عمارت میں سر مبارک کو دفن کیا گیا۔ آجکل یہ عمارت مسجد حسینی کے نام سے مشہور ہے اس وقت تک سر مبارک قاہرہ کی مسجد حسینی میں دفن و موجود ہے۔ علمائے تاریخ و مذہب محمد بن یسر۔ مجد الدین بن عثمان، ابن دحیہ، حافظ منذری، قاضی عبد الرحیم بیسانی، امام جلال الدین سیوطی، امام نجم الدین غیطی، امام ابو المواہب تونسی، امام ابو الحسن العمار العجمی، مقریزی، ابن ایاس، شعرانی اور شمر دلی و خفناوی وغیرہم نے مستند دلائل سے اسکی تصدیق کی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت امام حسینؑ کے سر مبارک کا قبہ جو مشہد حسینی کے نام سے مشہور ہے ایک نہایت شاندار اور مضبوط عمارت ہے۔ یہ مقام المعز خلیفہ کے قصر میں شامل تھا جس کو بعد میں قصر سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس رقبہ کو سب سے پہلے طلائع بن رزیک نے تعمیر کرایا اور سنہ ۵۴۹ھ میں یہ عمارت تکمیل کو پہونچی پھر سنہ ۶۴۰ ہجری کے بعد یہ اتفاق پیش آیا کہ مشعلچی کی غلطی سے ایک شمع قبہ کے اندر گر پڑی اور عمارت کے اندر آگ لگ گئی۔ آگ کے شعلے جب بلند ہوئے تو قاہرہ کے لوگ یہاں تک کہ مصر کا گورنر جمال الدین بن یغمور بھی دوڑ پڑے اور آگ کو بجھایا اس کے بعد قاضی عبد الرحیم نے دوبارہ اس عمارت کو تعمیر کرایا اور سنہ ۱۱۰۰ھ کے بعد تک اس پر تعمیر کا سلسلہ جاری رہا پھر امیر حسن نے زائرین کی کثرت کو دیکھکر قبہ کے قریب مکانات کو خرید کر قبہ کی عمارت میں شریک کیا اور قبہ کو وسعت دی۔

جبرتی کا بیان ہے کہ امیر حسن نے [illegible] میں رکھنے کیلئے ایک تابوت بھی بنایا تھا جو آبنوس کی لکڑی کا تھا اور جس میں سیپ اور چاندی کا کام [illegible] گیا تھا اور پسندیدہ رنگ ریشم کا غلاف چڑھایا تھا جب یہ تابوت تیار ہو گیا تو اس کو لکڑی کے تخت پر رکھا گیا اور چار [illegible] اس کو لیکر قبہ کی طرف چلے۔ تابوت کے آگے رفاعی فرقہ کے لوگ ڈھول بجاتے جاتے تھے اور [illegible] ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے [illegible] کے ہاتھوں میں چاندی کے مجمر دان تھے جن میں عود اور عنبر [illegible] سے عرق گلاب لوگوں پر چھڑکا جا رہا تھا۔

اس حیثیت سے تابوت کو قبہ میں پہونچایا گیا اور قبر کے اوپر رکھدیا گیا۔

امیر حسن مذکور کا تابوت اب باقی نہیں ہے بلکہ ایک اور لکڑی کا تابوت رکھا ہوا ہے جس پر چاندی کے تاروں سے آیات قرآنی لکھی ہوئی۔ اس تابوت کے سرہانے تاج ہے اور تاج پر سبز عمامہ۔ قبر کے اندر موجود کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو آبنوس کے ایک تخت پر رکھا گیا ہے اور سر مبارک پر سبز ٹوپی ہے۔ اور سر مبارک کے چاروں طرف نصف گز کے قریب اس قسم کی خوشبوئیں رکھی گئی ہیں جس کی خوشبو برسوں تک باقی رہتی ہے اور یہ تمام چیزیں زمین کے اندر نیچے کی تیسری منزل میں ہیں جہاں کوئی آدمی داخل نہیں ہو سکتا اور نہ داخل ہونا ممکن ہے۔ عرصہ دراز کے بعد قاہرہ کے بعد بڑے لوگوں نے آثار حسینی کو دیکھ کر کوشش کی تھی اور دو آدمیوں کو زمین کے اندر داخل کرکے حالات دریافت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اون آدمیوں میں سے ایک اندھا ہو کر باہر نکلا اور دوسرا بہرا اور ان تحقیقات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

اس کے بعد ۱۳۲۱ھ میں یہ معلوم ہوا کہ قبر کی بعض دیواریں کمزور ہوگئی ہیں اور اصلاح و مرمت کی محتاج ہیں۔ چنانچہ حکومت کے محکمۂ اوقاف کو اسکی اطلاع دیگئی اور اوس نے اصلاح و مرمت کرادی۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ قاہرہ بصرہ میں حضرت امام حسین کے سر مبارک کو ۵۴۸ھ میں دفن کرکے قبہ تعمیر کیا گیا پھر اسکے بعد فاطمی خلفاء نے قبہ کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی جس کا نام مسجد حسینی رکھا رکھا گیا۔ پھر جب ۶۴۰ھ کے بعد قبہ میں آگ لگی تو مسجد کو بھی اس آگ سے نقصان پہونچا اور قاضی عبد الرحیم نے قبہ کے ساتھ مسجد کو بھی تعمیر کرایا اور اسکو بہت وسعت دی۔ ایک سبیل بھی اور روشنی کا منارہ اور خندق کے قریب کی زمین بھی اس کے لئے وقف کردی۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً مسجد اور قبہ حسینی کی عمارات میں اضافہ و ترقی ہوتی رہی اسکے بعد پھر تعمیر و توسیع ۱۲۹۰ھ میں ہوئی جسکی صورت پیش آئی کہ ۱۲۷۰ھ ترکی کے خلیفہ سلطان عبد العزیز مصر میں تشریف لائے اسوقت تک مصر خدیو یا بادشاہ اسمٰعیل بادشاہ تھے۔ سلطان مذکور نے مسجد و قبہ حسینی کی زیارت فرمائی اور خدیو مصر کو عمارت کی تجدید و آراستگی کا حکم دیا چنانچہ از سر نو تعمیر کا آغاز ہوا۔ اور ۱۲۹۰ھ میں اس کی تکمیل ہوئی یہی عمارت اس وقت مصر میں موجود ہیں اور عام و خاص کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

فلسفہ غم

از

ادیب کامل محترمہ "ج" نقوی مختار فہمانیہ

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

حسن انسانی ڈھانچوں میں خون کی روانی ہے۔ جن کے سینوں میں دل کا وجود ہے اور جن میں احساس باقی ہے وہ "غم" کی نوعیت سے خود کو جدا نہیں کر سکتے۔ رنج و غم جذبات فطری ہیں۔ انسان کی آنکھوں میں جب آنسو کھیلنے لگتے ہیں تو ان کا پی جانا ممکن ہی نہیں آپ فرات کی طغیانی کو روک سکتے ہیں۔ لیکن دکھے ہوئے دل اُمنڈے ہوئے آنسوؤں کو روکنا آپ سے تو کیا کسی سے بھی ممکن نہیں۔ آنسو صرف یونہی نہیں نکل سکتے۔ جب دل پر چوٹ لگتی ہے۔ جب یہ عضو مضطرب کسی صدمہ عظیم سے پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اسی کے ٹکڑے آنسوؤں کے سیلاب میں بہہ نکلتے ہیں۔ جنہیں شعراء "طفل اشک" سے منسوب کرتے ہیں!!

قلب انسانی واردات و محسوسات کا ایک لطیف ساز ہے جس کے تار تار سے سوز و ساز کے سر الاپے جا سکتے ہیں۔ نغمہائے طرب سے یہ بہت کم متاثر ہوتا ہے۔ بلکہ "ساز" میں بھی اسکو سوز کا مزہ ملتا ہے۔ غم و الم ـــــ کے احساسات تو اس کے ہر تار کو نالہ سے بدل دیتے ہیں۔

ایک جرمن شاعر کہتا ہے کہ انسانی دل دو خوابگاہوں سے معمور ہے۔ ایک میں مسرت رہتی ہے۔ دوسرے میں "غم" خوابیدہ ہے۔ وہ مسرت سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ اے مسرت تیرے ہنگامہ پرور، تلاطم خیز، مسرور خوش آیند۔ تجھے مبارک، مگر آہ دیکھ اتنا ہنگامہ نہ کر، ذرا آہستہ آہستہ، دھیمی آواز سے ان ساز کے تاروں کو چھیڑنا کہیں ایسا نہ ہو، نصیب دشمناں غم جاگ اٹھے۔ کہیں اس کا پرسکون خواب، اس کا مطمئن عالم رویا خواب

پریشان سے دوچار ہو جائے"! اسی طرح جو دل مسرت و شادمانی کے سرمایہ دار ہیں ان کے نزدیک ایک افسردہ دل کی موجودگی افسردہ کن و ملال انگیز ثابت ہوتی ہے لیکن "خوشی" اور "حقیقی مسرت" یہ ایسی موہوم شے ہے جس سے بہت کم دل آشنا ہیں۔ سنسار میں ایسا شاید ہی کوئی دل ہو گا جس نے غم کی ضرب نہیں کھائی۔۔

کسی کے غم میں کوئی روئے تو اس پر اول تو اعتراض کرنے کا کسی کو کیا حق ہے۔ اور جو معترض ہو اس سے بڑھکر بے رحم کٹر، سنگدل و سفاک شاید ہی کوئی ہو سکتا ہے۔ اور ایسے معترض پر تو آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کا ایک ایسا آلۂ حرب جو اگر نشانہ خطا کرے تو خود نشان انداز اس کا ہدف بنجائے، کی مثال چسپاں ہوتی ہے۔

"اقبال" کی دنیا میں ایسے ہی شخص کی آنکھوں سے زندگی کا راز چھپا ہوا ہے۔ انسانیت کا نغمہ فنیحال کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ ایسے سفاک دل "محبت" جیسے لطیف جذبہ سے ہی قطعی محروم ہیں۔ ایسے ہی دل شاید لعنت فراموش کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ ایسے ہی بیدرد دلوں سے کسی دکھی کی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ ایسے ہی خوشدل بنے ہوئے انسان شاید کسی یتیم کی آہ وزاری کو سوئے بہانا اور کسی بیوہ کے نالوں کو سمع خراشی سے معنون کرتے ہیں ایسے دل تو سنگسار کرنے کے قابل ہیں۔ ایسی آنکھیں پھوٹ جائیں جو آنسوؤں کی ماہیت سے نا آشنا ہیں!

خداوند! — تیری دنیا میں عجیب عجیب طبائع کے لوگ بستے ہیں۔ اگر تجھے خود غم و الم پسند نہ ہوتا تو پھر اس موجودات عالم میں اس کا وجود ہی کیوں ہوتا؟ تیرا "قرآن" سورۂ الم سے ہی بے نیاز ہوتا۔ اسمیں گریۂ یعقوب کا ذکر ہی معدوم ہوتا۔ اسمیں یتیموں کو نہ رلانے کی دھمکی نہ ہوتی۔ واقعہ ہے کہ دنیا کو غم و الم سے فطری وحشت ہوتی ہے۔ خوشی کی محفلوں میں بلائے۔ مہمانوں کے کثرت کا ٹھکانہ نہیں رہتا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہنسا میں اور زمانے کی خوشی کا چڑھ گیا پارا
معاً دنیا نے میرے قہقہہ پر قہقہہ مارا

مگر کھینچا جب آہ سرد قلب ناشکیبا نے
تو غمخواری کجا، مڑ کر نہ دیکھا مجھکو دنیا نے

کہا میں نے کہ اے وہ خلق جو برہم نہیں ہوتی
شریک عیش ہوتی ہے شریک غم نہیں ہوتی

یہ سنتے ہی کہا دنیا نے یہ نیچی نگاہوں سے
کہ مجھ کمبخت کو فرصت نہیں خود اپنی آہوں سے

وہ جنکے نزدیک رونا غم کرنا بزدلی ہے، حماقت ہے۔ اور جانے، انہیں حوادث سے سبق لینا چاہئے ایک فلسفی اپنے منطقی دلیلوں سے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ رونا دھونا کمزوری ہے۔ صبر کرنا شیوۂ انسانیت ہے



وغیرہ وغیرہ۔ لیکن۔ جب اسی کا نوجوان بیٹا موت کے گھاٹ اتر جاتا تو ساری منطق خاک میں ملجاتی ہے سارے فلسفہ پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس وقت اسی فلسفی کی آنکھیں ایسا دریا انڈیلتی ہیں کہ فلسفہ اور منطق خس و خاشاک کیطرح اسمیں بہہ جاتے ہیں۔ غم اسکو اندھا کر دیتا ہے غرض سے

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطف خواب سے ۔۔۔ ساز یہ بیدار رہتا ہے اسی مضراب سے
موج غم پر رقص کرتا ہے حباب زندگی ۔۔۔ ہے "الم" کا سورہ بھی جزو کتاب زندگی

نوٹ۔ عرصہ دراز کے بعد آج مکرمی بہن نقوی صاحبہ نے سفینہ کو نوازا ہے۔ میں تو سمجھ چکی تھی کہ وہ اس ناچیز کو فراموش کر چکی ہیں اب جبکہ سفینہ دوبارہ رہین کرم ہوا ہے ہمت ہو رہی ہے کہ آئندہ کیلئے بھی استدعا کیوں نہ کروں "چند کلیوں" پر قناعت وہ کرے جنکو "تنگی داماں کا علاج" میسر آتا ہو۔

صادقہ (مدیرہ)

محرم

از جناب زبیدہ مصطفےٰ قریشی (مسز ڈاکٹر سعید الدین پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کالج)

وہی آسمان ہے اور وہی چاند جو آج سے تیئس دن پیشتر نظر آیا تھا وہ ہنستا آتا تھا۔ یہ رولاتا ہے سیاہ بادلوں میں اس کا غمگین چہرہ شہیدان کربلا کی یاد تازہ کرتا ہے۔ رو، اے چاند! خوب رو! اور درد مند دل تو عالم کی تمام شہادتوں میں درد محسوس کرتے ہیں یہ تو وہ شہادت ہے جو اسلام میں تمام شہادتوں سے زیادہ پر درد ہے۔ اس میں ایک ایسی خصوصیت ہے جسکی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے اور ان کے بعد سینکڑوں مسلمان شہید کئے گئے ۷۲ گھنٹے پیاسے رہ کر شہید ہونا سارے کنبہ کو ختم ہوتے دیکھنا اور آخر وقت تک مصیبت میں صابر رہنا خدا کو یاد کرنا اور امر حق سے قدم نہ ہٹانا شہادت کی اعلیٰ خصوصیت ہے۔

حضرت رسول اکرم وحی خدا کو جب اس شہادت کی بشارت دی گئی تھی وہ آنکھیں آہ وہ آنکھیں بھی تو آنسوؤں سے تر ہوگئی تھیں شہادت پر رنج و غم کرنا سنت ہے در ہر مسلمان کو کربلا کے صحیح واقعات سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس یاد سے مومن کا دل تقویت پاتا ہے مظلوم حسینؑ کی شہادت ہمارے تن میں ایک جوش تیزی اور بہادری پیدا کرتی ہے واقعات محرم کو اگر ہم صحیح معنوں میں سمجھنے کی کوشش کریں زیادہ نہیں صرف چند منٹ ہی تو ہماری دنیاوی اور دینوی اصلاح و فلاح ممکن ہے۔ جس مقدس و محترم ہستی

ہمارے فائدہ کے لئے جان دیدی ہم پر اس کا دلی رنج کرنا ضروری ہے افسوس کہ جس طریقے سے آجکل مسلمان اس حق پر جان دینے والے کا غم کرتے ہیں اسمیں اکثر دلی لگاؤ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ خیال نہیں ایک معصوم کا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ جس سے خیالات بتلاتے ہیں کہ اس کا رواں رواں شہیدان اسلام کے غم سے بھرا اٹھتا ہے۔ مبارک ہیں وہ والدین جو اپنی اولاد کو ایسے اعلیٰ صفات سے بہرہ مند کرتے ہیں ایک پانچ سالہ معصوم بچی کو غرہ محرم ہی سے بطور سبق کے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے جانگداز واقعات نہایت درد انگیز پیرائے میں یاد دلائے گئے جب دس محرم کو کسی نے کہا کہ بی بی آج محرم کا تماشا دیکھنے چلو تو معصوم دل جو شہادت حسینؑ کے غم میں گریہ کناں تھا جوش اسلامی سے بیچین اور بیقرار ہوگیا معصوم بچی نے رو کر کہا "محرم کا تماشا میں کبھی نہ دیکھوں گی آج حسینؑ مظلومؑ کی شہادت کا دن ہے کاش مسلمان وہ جو عقل سلیم رکھنے کے دعویدار ہیں، اس ننھی معصوم کے سنہری الفاظ پر غور کریں اور سبق حاصل کریں، اسوۂ حسینی پر کاربند ہو کر راہ حق میں سر کٹانے سے بھی دریغ نہ کریں۔ خدایا عالم اسلام کو اس کی توفیق عطا فرما — امین

سلام

از جنابہ محمودہ اختر صاحبہ

بیکسی چہروں پہ چھائی تھی، قویٰ تھے مضمحل
قافلہ لوٹا ہوا لوٹا۔ کمر باندھے ہوئے

کرکے رخصت اپنے دلبندوں کو زینبؑ نے کہا
"جلد آنا" بیٹھتی ہوں میں نظر باندھے ہوئے

سیدہ صغراؑ تھیں یوں بیتاب شہ کی یاد میں
چھوڑ دے طائر کو، جیسے کوئی پر باندھے ہوئے

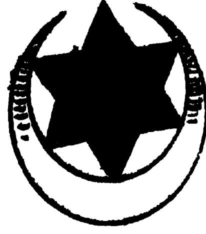
پاس کیا تھا پاسبانِ حق کے، جز فضلِ خدا
ہاں! یزیدی تھے سبھی تیغ و تبر باندھے ہوئے

ہائے وہ گرمی کی شدت آہ! یہ ڈھانا ستم
عابدِ بیمار کو لایا، کمر باندھے ہوئے

جب وداعِ اکبرؑ ہوئے، رو کر کہا یہ شاہ نے
موت ان کے واسطے آئی کمر باندھے ہوئے

دیکھئے محمودہ آئے کب زیارت کی گھڑی
ہوں اسی امید پر رخت سفر باندھے ہوئے

اچھی دام



[illegible]لمینانی مال

شیخ بالے چوڑی فروش

لاڑ بازار حیدرآباد دکن

ہماری دوکان میں ہمہ اقسام کا بہترین مال ہر سائز
میں ہر وقت تیار ملے گا

نوٹ

اگر مال پسند نہ آئے یا چھوٹا بڑا سائز نکل جائے تو اندرون پندرہ یوم
واپس کیا جائے بشرطیکہ مال میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہو
آڈر کا مال واپس نہ ہوگا اضلاع پر بذریعہ وی پی مال روانہ ہوگا۔



اگر آپ اپنے شاندار مکان کو دیدہ زیب و دلفریب بنگلہ بنانا چاہتے ہیں تو ہماری تیار کردہ سمنٹ کی مصنوعات کا فرش بچھائیے باغیچہ کی خوبصورتی کے لئے گونڈے نصب کروائیے۔ حمام وغیرہ کی صفائی کا اور باورچیخانہ میں چیونٹیوں وغیرہ سے بچنے کیلئے چینی کا فرش کرائیے ہمارے پاس

ہر قسم، ہر رنگ، ہر نمونے

کے نقشی پتھر دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ایک بار کا تجربہ امتحان کے لیے کافی ہے۔

دی ریلینس فلورنگ ٹائیل ورک دومل گوڑہ

قریب کٹہ حسین ساگر حیدرآباد دکن